ماہنامہ
براہِ راست
لاہور
جلد 11 شمارہ 03 مارچ 2025ء

ٹرمپ کا پھٹا ہوا ٹرمپ کارڈ

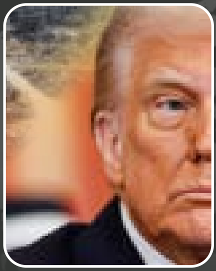

عرب قومیت کا بت ٹوٹ گیا!!؟؟؟

عرب سربراہی اجلاس والے کب جاگیں گے؟

مشرق وسطیٰ کا ریویریا عرب بنائیں گے؟

غزہ تعمیر نو
کی شرائط، قیمت

اسرائیل ابراہام معاہدوں
کے انجام کا وقت آگیا؟

ہم تباہ حال سہی زندہ تو ہیں
غزہ کی گلیوں میں گونجتے اللہ اکبر کے ترانے

قطر میں مولانا فضل الرحمان اور حماس قیادت کے درمیان ملاقات

رمضان كريم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وہ (ذات) پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد الحرام یعنی (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں لے گیا تاکہ ہم اسے اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں۔ بیشک وہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے۔

ماہنامہ

براہِ راست

لاہور

جلد 11 شمارہ 03 مارچ 2025ء

مُدیر: مرزا محمد الیاس

ویب سائٹ: www.barah-i-rast.com

برقی پتہ ادارتی امور: editor@barah-irast.com

برقی پتہ انتظامی امور: contact@barah-i-rast.com

Price Rs.70

پبلشر مرزا محمد الیاس نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر 9/1A رائل پارک لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

- کلام اقبال
- اداریہ

غزہ پر بہیمیت کے پانچ سو دن

غزہ تعمیر نو: ہم نئے عزم سے بنیادِ سحر رکھیں گے؟

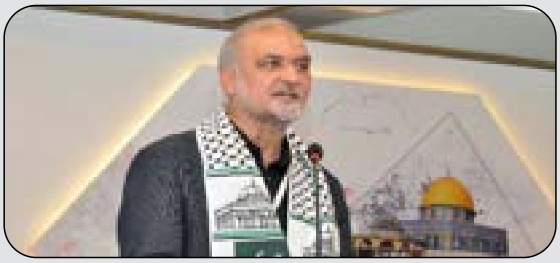

غزہ ملت اسلامیہ کی غیرت پر طمانچہ ہے

فلسطین امت کا منتظر اور امت امریکہ کی دست نگر

- رہائی کے باوجود پابندیوں کا سامنا
- دوسرے مرحلے میں رہائی پانے والے پانچ فلسطینی قائدین
- وحدۃ الظل ۔۔ جانبازوں کا سب سے خفیہ یونٹ
- غزہ تعمیر نو: عرب منصوبہ یا عرب ٹرمپ پلان؟
- غزہ تعمیر نو کے چیلنجز ٹرمپ کا پھٹا ہوا ٹرمپ کارڈ
- اسرائیل امریکہ گٹھ جوڑ، فلسطین کا خاتمہ
- غزہ کی تعمیر نو کی قیمت

کلامِ اقبال

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

عالم آب و خاک میں تیرے حضور کا فروغ
ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب

شوکت سنجر و تیرے جلال کی نمود
فقر و جنید بایزید تیرا جمال بے نقاب

شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل و غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب

اداریہ

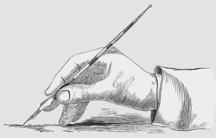

عرب سربراہ اجلاس سے آگے

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے ایک بیان پر عرب سربراہوں کے اجلاس نے اپنے اختتام پر قرار دیا ہے کہ امن عربوں کا سٹریٹجک انتخاب ہے جو دو ریاستوں کے نظریے پر مبنی ہے۔ہم جنگ کو مکمل بند کرنے کی ترجیح پر زور دیتے ہیں جو بڑے چیلنجز کا سامنا کر رہی ہے۔ہم اقوام متحدہ کی سکیورٹی کونسل سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مغربی کنارے اور غزہ میں امن دستے بھیجے۔ہم فلسطینی عوام کی جبری منتقلی کے لیے حقیقت پسندانہ متبادل تلاش کرنے کی صلاحیت کی تصدیق کرتے ہیں۔اس اعلان میں سعودی وزیر خارجہ نے اضافہ کیا ہے کہ ہم فلسطینی عوام کے جائز حقوق پر حملے کی قطعی مخالفت کرتے ہیں، ہم فلسطینی عوام کی خودمختاری کے حق اور ان کی آزاد ریاست کے قیام کے حق کی تصدیق کرتے ہیں۔ہم غزہ میں جنگ بندی کے لیے بین الاقوامی ضمانتوں کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔ہم قاہرہ میں عرب سربراہی اجلاس کے انعقاد کا خیر مقدم کرتے ہیں جو کہ اسرائیلی جارحیت اور نسل کشی و بے دخلی کے درمیان ہو رہا ہے۔آج کا عرب سربراہی اجلاس فلسطینی مسئلے کے حق میں عرب اور اسلامی یکجہتی کے ایک نئے مرحلے کا آغاز کرتا ہے۔ہم عرب سربراہی اجلاس میں راہنماؤں اور حکام کے بیانات کی قدر کرتے ہیں۔ان سب نے اسرائیلی قبضے کے منصوبوں کو مسترد کرنے کی تاکید کی ہے۔ہم فلسطینی عوام کی بے دخلی یا ان کے قومی مسئلے کو مٹانے کی کوششوں کے خلاف عرب مؤقف کی قدر کرتے ہیں اور اسے قابل فخر اور تاریخی پیغام سمجھتے ہیں۔

اسرائیلی وزارت خارجہ نے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ عرب سربراہی اجلاس کا یہ بیان فلسطینی اتھارٹی اور انروا پر مبنی ہے۔دونوں ادارے کرپٹ ہیں۔اور دہشت گردی کی حمایت کرتے ہیں۔

شام کے صدر نے کہا ہے کہ فلسطینیوں کے نقل مکانی کی دعوت پورے عرب اور امت کے لیے دھمکی ہے۔ہم غزہ کی مدد کرنے اور جارحیت روکنے کے لیے تیار ہیں۔اسرائیل کی خلاف ورزیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں ایک صف میں کھڑا ہونا ہوگا۔

شام کے ''نو آموز'' صدر کا بیان الگ کر دیں تو یوں کہنا مناسب لگتا ہے کہ اس ''عرب سربراہی اجلاس کے بعد'' عرب قومیت کی بھی موت واقع ہوگئی ہے۔اسرائیلی وزارت خارجہ کے تبصرے نے ان کی حیثیت دو کوڑی کی کر دی ہے۔اس کی مثال یوں سمجھیے کہ کسی تالاب کے ارد گرد کوئی بیس چوبیس گدھے یہ طے کر رہے تھے کہ اس کے پانی کا رنگ لہو جیسا سرخ کیوں ہے، اس میں ہمارا کسی کا بھی چہرہ پوری طرح نظر کیوں نہیں آ رہا۔ہم محض ہیولا نما بن کے کیوں رہ رہے ہیں۔اتنے میں کسی طرف سے ایک پتھر تالاب میں پھینکا گیا، سارے گدھے اپنی مخصوص آوازیں نکالتے جدھر منہ کیا، بھاگتے چلے گئے۔ہر کسی کے چہرے پر سرخ دھبے تھے۔

معاملہ یہی ہے کہ ہر کوئی الگ ہو گیا ہے۔مصر، امارات اور قطر نے اس علیحدگی کی قیادت کی ہے۔ڈونلڈ ٹرمپ کی بیٹی اور داماد یکجا نظر آئے ہیں۔انھی کی ''سفارش'' پر ٹرمپ نے غزہ کو مشرق وسطیٰ کا ریویریا بننے کا خدائی دعویٰ کیا تھا۔صدر امریکہ کو کیا معلوم تھا کہ یہ ازابیلا کے کہے پر مٹ جاتے ہیں۔اس عرب سربراہی اجلاس نے ثابت کر دیا کہ چند سرداران عرب جمع ہوئے تھے اور اس بھرپور یقین کے ساتھ الگ الگ اپنے اپنے ملک گئے کہ ان سب کے علاقے ''ریویریا'' بنائے جانے کا مکمل استحقاق رکھتے ہیں۔غزہ ریویریا بننے پر آمادہ نہیں ہے۔لیکن درخواست ہے کہ غزہ کو اس جرأت پر کی سزا آپ بعد میں دے لیں، پہلے ہمارے حوالے کر دیجئے تاکہ ہم یہاں پر درھم و دینار کا وہ بازار گرم کر سکیں جو ڈالروں نے یمن و سوڈان، عراق و ایران اور پاکستان میں کیا ہے۔

عرب اجلاس کے خاتمے نے بتایا ہے کہ سب داؤ پر لگا ہوا تھا، امت مسلمہ اور عرب قومیت دونوں نے یہ بازی ہار دی ہے۔امت مسلمہ کا تو کردار بھی نہیں تھا، عرب قومیت جمال عبدالناصر کے مصر میں دم توڑ گئی ہے۔ان میں سے ہر ایک کو پتہ تھا کہ جس تالاب کے سرخ رنگ کے مائع نے ان کے چہرے لہو رنگ کر دیئے ہیں، وہ ان ہزاروں بے گناہوں کا خون ہے جو سولہ ماہ کی کھلی اور ننگی دہشت گردی نے غزہ کے تالاب میں انڈیل دیا ہے۔

اسی سربراہی اجلاس سے شامی صدر اور سعودی وزیر خارجہ کے سہمے ہوئے دو بے ضرر بیانات الگ کر دیے جائیں تو سادہ الفاظ میں یہی کہا جائے گا کہ فلسطین کو غزہ، مغربی کنارے اور قبلۂ اول نے لہو دے کر نکھارا اور برگِ گلاب کی مانند اجاگر کر دیا تھا، اس فلسطین کو بڑی مہارت سے اس سرسراہی اکٹھ نے برباد کر دیا ہے۔فلسطین بچانے کے لیے بچے کھچے بچوں کی بھی کھوپڑیوں کے مینار بنانے پڑیں گے۔یہ کام اسرائیل نے باقاعدہ شروع کر دیا ہے۔کل یہ غزہ میں ہو رہا تھا، آج طولکرم، جنین اور الخلیل میں ہوا ہے جہاں فلسطینی شہید کے جسم اطہر کو باقاعدہ جنگلی کتے نوچ کر کھا رہے ہیں۔اس کی نعش سے ذرا پرے اسرائیل کے فوجی دعوت نظارہ سمجھ کر لطف لے رہے ہیں اور پوری صہیونیت کے کلیجے ٹھنڈے کرنے کے لیے وڈیو بنا رہے ہیں۔

سربراہی اجلاس نے ایک ہونق نما مطالبہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل سے کر دیا ہے۔مطالبہ یہ ہے کہ غزہ میں بین الاقوامی فوج بھیجی جائے۔گویا عرب فوج اگر کہیں ہے بھی تو اس کا شمار کرنا زندوں کی توہین ہے۔کہا گیا ہے کہ یہ فوج غزہ اور مغربی کنارے کا انتظام سنبھالے۔گویا حال ہی میں سعودیہ نے امریکہ سے جو کہا ہے کہ اسے 600 ارب امریکی ڈالر کا اسلحہ دیا جائے تو یہ خطیر رقم محض نذر و نیاز کے لیے ہے کہ ہمیں معاف ہی رکھا جائے تو آپ کی مہربانی ہوگی۔ریویریا تو یوں بھی بن ہی جائیں گے۔

آپ اندازہ لگائیے کہ فلسطین دفن کر دیا گیا، عربوں کو غزہ میں اسلامی فوج چاہیے۔ اب ذرا تعمیر نو کی طرف آ جائیں۔ یہ خبریں آ رہی ہیں کہ 53 ارب ڈالر کے ابتدائی سرمائے سے غزہ میں کام کا آغاز ہو گا۔ کون کہہ رہا ہے کہ اسرائیل سے اس تباہی کا ہرجانہ طلب کیا جائے؟ کوئی بھی نہیں کہہ رہا۔ دوسری جنگ عظیم تباہی کے ہرجانے اور معاوضے اب تک ادا کیے جا رہے ہیں۔ افغانستان سے انخلاء پر امریکی کچھ تعداد میں مارے گئے تھے، ان پر حملے کے الزام میں شریف اللہ نامی فرد کو پاکستان نے امریکہ کے حوالے کر دیا۔ کسی پاکستانی عدالت سے کسی نے اجازت لی، کون سی عافیہ صدیقی تبادلے میں واپس کر دی گئی۔ یہاں تک ہزاروں انسان، معاف کیجئے گا، جانور نما انسان مار دیے گئے، ان کے قبرستان تک بلڈوز کر دیے گئے، بین الاقوامی عدالت نے نیتن یاہو اور اس کے حواریوں کو جنگی مجرم قرار دیا ہے۔ اسرائیل سے معاوضے اور ہرجانے کا دعویٰ بھی کرنے کا کسی کو خیال تک نہ آیا۔

اگلی بات یہ ہے کہ غزہ کے نئے انتظام کے دعوے اور اب بے شمار ہیں۔ کہا جا رہا ہے کہ حماس کا متبادل نظام لانا ہو گا۔ شاباش! جو کام امریکہ اور اسرائیل نہ کر سکے، وہ کام اب عرب سربراہی اجلاس کرے گا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ غزہ سے حماس کو نکال کر محمود عباس کی سیاہ دل گیر کے کچھ کارندے نظام سنبھالیں؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ دودھ پینے والے شرطے اپنے فیڈر منہ میں لیے پھریں اور غزہ والوں سے کہیں کہ شرارت کیوں کرتے ہو؟ یہ ممکن نہیں ہے لیکن ایک بات ہو سکتی ہے۔ شرارت، منافقت اور فلسطین سے غداری کے تین عوامل غزہ میں کچھ بھی کروا سکتے ہیں۔ دو ریاستی حل فلسطین سے غداری اور نظری اعتبار سے منافقت اور عملی طور پر بھرپور شرارت ہے۔

عرب سربراہ کانفرنس نے بڑے ماہرانہ انداز میں یہ بات کی ہے کہ اس اجلاس کے شرکاء یعنی سربراہان فلسطینی عوام کی غزہ اور دیگر علاقوں سے جبری منتقلی کے لیے حقیقت پسندانہ متبادل تلاش کرنے کی صلاحیت کی تصدیق کرتے ہیں۔ گویا قتل کر رہے ہو تو اپنا تو کرو کہ ہاتھ کی صفائی کا خیال رکھو۔ جانور ذبح کرنا ہے، ضرور کرو لیکن کند چھری سے نہ کرو۔ عرب سربراہ اجلاس قرار دے رہا ہے کہ فلسطینی عوام کی منتقلی درست لیکن ان کو کہاں منتقل کرنا ہے، اس بارے میں حقیقت پسندی سے کام لیا جائے۔

اس پورے اعلان خود سپردگی میں کہیں غلطی سے بھی یہ اعلان موجود نہیں ہے کہ اسرائیل نے بیت المقدس کی اس رمضان المبارک میں بھی بے حرمتی کا سلسلہ شروع کیا ہے، اس سے باز رہے۔ عربوں کے اس پیندے سے محروم برتن میں کوئی مسئلہ حل طلب ڈالا بھی نہیں جا سکتا۔ ڈونلڈ ٹرمپ نے یوکرائن کے صدر کو دھمکی دی کہ امریکہ نے تمہارے ملک کو 350 ارب ڈالر دیے تھے، تم نے ان کا کیا نتیجہ دیا؟ اب ہر عرب حکمران اس فکر میں ہے کہ وائٹ ہاؤس جائے تو کیا جائے، وہاں تو ایک عدد بے عزتی پروگرام سب سے پہلے جانے والے کا منتظر ہے۔ شاہ عبداللہ دوم تو نجانے کیسے واپس آ گئے، جنرل عبدالفتاح السیسی حواری ہیں، پھر بھی امریکہ جانے سے انکار کر چکے ہیں۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ اب اسرائیل کو تسلیم کرنا عربوں کی اور بہت سے اہل عجم کی بھی مجبوری بنا دی گئی ہے۔ ابراہام معاہدوں کی گونج نے کچھ عربوں کو سیدھا کر دیا ہے اور کچھ سیدھے ہو رہے ہیں۔ خبر ہے کہ اس سال ماشاء اللہ ڈیڑھ کروڑ مسلمانوں نے حج و عمرہ کی سعادت حاصل کی ہے۔ اب 600 ارب جا رہے ہیں۔ اگلے سال مزید جائیں گے۔ ابھی تو چار میں سے پہلا سال ہی ہے۔

حالات جس سمت جا رہے ہیں، وہ شاہراہ امن ہرگز نہیں ہے۔ حماس کے خاتمے کا مطالبہ زور پکڑ رہا ہے۔ اب کہا جا رہا ہے کہ اسلامی جہاد تنظیم کو بھی ختم کیا جائے۔ سوال یہ ہے کہ کون اور کیسے ختم کرے گا۔ یہ جنگ پھیلنے کی نشانیاں ہیں، ختم ہونے کی کسی طرح بھی نہیں ہیں۔ یہ صاف دکھائی دے رہا ہے کہ اسرائیل مغربی کنارے کو تباہی اور دہشت زدگی کی طرف دھکیل رہا ہے۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ صہیونی فوجی کے ہاتھوں سے ہی صہیونیت کے قتل کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں۔ یہ جنگ پورے عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ شام کے صدر کا بیان بہت سے نئے منظر نامے سامنے لا رہا ہے۔ اس حقیقت کو پوری دنیا کو اور بالخصوص امت مسلمہ کو فوری سمجھنا ہو گا کہ غزہ میں انسانی بنیادوں پر ہنگامی اقدامات کی ضرورت ہے۔ اسرائیل کو شٹ اپ کال دیتے کے۔ لیے بدمست ہاتھی کو باور کرانا ضروری ہے کہ دنیا صرف امریکہ تک ہی محدود نہیں ہے۔ مفادات کا گھیراؤ تبدیل بھی ہو سکتا ہے۔ مسلمانان عالم کو فوری اقدام کرنا ہو گا تاکہ ایک طرف مسجد اقصیٰ کی حفاظت اور حرمت کا حق ادا کیا جا سکے، اس کے نام نہاد متولیوں کو سمجھایا جائے کہ تو بہت کیا ہوتی ہے۔

حال ہی میں قطر کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ حماس کو مالی امداد دے رہا ہے۔ حماس کو فنڈ کرنے کے اور بہت سے بہتر ذرائع موجود ہیں۔ قطر پر الزام کا مقصد تو محض یہی ہے کہ فلسطین کی کہیں سے امداد کے شک کو بھی یقین کا پہاڑ بنا دیا جائے اور ابراہام معاہدے کی رسی مضبوط کی جائے۔

فلسطین کا قیام ہی اس مسئلے کا واحد اور پائیدار حل ہے۔ آخر کار امریکہ سمیت پوری دنیا کو اس طرح لوٹنا ہو گا۔ دنیا بھر سے آئے یہودیوں کو اپنے آبائی ملکوں واپس جانا ہو گا۔ اس کے لیے وہ کام کرنے کی ضرورت ہے جو ابھی ناممکن دکھائی دیتا ہے۔ یاد رہے ہے کہ ناممکنات سے ہی امکانات جنم لیتے ہیں۔ فرق صرف یہی ہے کہ ان کو بہت دیر ہو جانے سے پہلے تلاش کر لیا جائے۔

....

غزہ پر بہیمیت کے 500 دن

دامن خیال: مسعود ابدالی

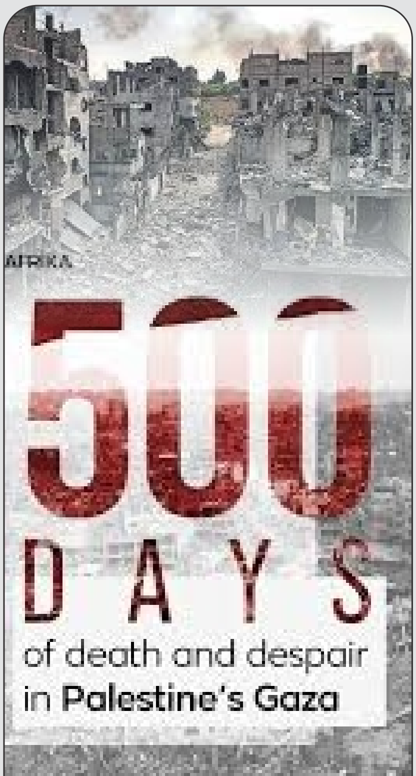

اہل غزہ نے قیدیوں کی رہائی کے بارے میں ٹرمپ کا الٹی میٹم نظرانداز کر دیا

غزہ میں فلسطینیوں کے قتلِ عام بلکہ نسل کشی کے 500 دن مکمل ہو گئے، اور اب جنگ بندی کا مستقبل بھی مخدوش نظر آ رہا ہے۔ اچانک پیدا ہونے والی غیر یقینی صورتِ حال کے ذمہ دار امریکی صدر ٹرمپ ہیں۔ مہینوں کی بات چیت کے بعد اسرائیل اور اہلِ غزہ تین مرحلوں پر محیط مفاہمت کی ایک تجویز پر متفق ہوئے تھے، جس کے مطابق 6 ہفتوں پر مشتمل پہلے مرحلے میں عارضی جنگ بندی ہوگی اور 1904 فلسطینیوں کے عوض ضعیف، بیمار، خواتین اور کم عمر بچوں سمیت 33 اسرائیلی رہا کیے جائیں گے۔

معاہدے کے ایک ضامن، سابق امریکی صدر جو بائیڈن کے مطابق، یہ بھی طے پایا تھا کہ عارضی جنگ بندی کے چھ ہفتوں کے دوران دیرپا اور مکمل جنگ بندی کے لیے مذاکرات شروع ہوں گے اور مذاکرات کے منطقی انجام تک تلواریں نیام میں رہیں گی۔

پہلے مرحلے میں 9 فروری تک معاملہ ٹھیک چل رہا تھا۔ معاہدے کے مطابق، غزہ کو تقسیم کرنے والی خونی لکیر، نظارم راہداری (Netzarim Corridor) سے اسرائیلی فوج بھی ہٹا لی گئی، اور بمباری کے دوران شمالی غزہ سے جنوب کی طرف ہجرت کر جانے والے فلسطینی اپنے گھروں کو واپس آنا شروع ہو گئے۔ اس وقت تک اہلِ غزہ 16 اسرائیلیوں اور 5 تھائی باشندوں کو رہا کر چکے تھے کہ واشنگٹن میں صدر ٹرمپ کی غیر معمولی آؤ بھگت سے وزیرِ اعظم نیتن یاہو شوخی پر اتر آئے۔

شمالی غزہ کی طرف آنے والے قافلوں کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کر دی گئیں۔ کئی مقامات پر واپس آنے والے نہتے لوگوں کو ٹینک کے گولوں اور گولیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ امدادی سامان، خاص طور پر خیمے، عارضی مکانات اور ایندھن لانے والے ٹرکوں کو روک دیا گیا۔ اس پر ضامنوں کے نام ایک سندیسے میں غزہ کے بانکوں نے کہا کہ مزاحمت کار امن معاہدے پر اس کے متن اور روح کے مطابق عمل کر رہے ہیں۔ نظارم راہداری سے پسپا ہونے والی اسرائیلی سپاہ ہمارے نشانے پر تھی، لیکن ہم نے اپنے ہاتھ باندھے رکھے۔ دوسری جانب اسرائیل

امدادی ٹرکوں کا راستہ روک کر اور گھر واپس آنے والے فلسطینیوں کو دہشت زدہ کر کے معاہدے کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو رہا ہے۔

ان خلاف ورزیوں کی بنا پر 15 فروری کو ہونے والا تبادلہ اہلِ غزہ نے معطل کر دیا۔ تاہم، انہوں نے یقین دلایا کہ قابض قوتوں کی جانب سے معاہدے کی پاسداری تک مزاحمت کار بھی اپنے عہد پر قائم رہیں گے، کیونکہ ہمارے رب نے وعدے کی پاسداری کا حکم دیا ہے۔

اس خبر پر صدر ٹرمپ تو گویا آگ بگولا ہو گئے۔ اپنے مخصوص دانت پیستے لہجے میں انہوں نے کہا کہ اگر 15 فروری کو دوپہر 12 بجے تک تمام اسرائیلی قیدی رہا نہ کیے گئے، تو عارضی جنگ بندی ختم کر کے غزہ پر جہنم کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ اب قسطوں میں رہائی قابلِ قبول نہیں، سب کو فوراً رہا کرو۔

غزہ سے فلسطینیوں کی بے دخلی پر اصرار کرتے ہوئے وہ متکبرانہ لہجے میں بولے کہ اگر اردن اور مصر نے غزہ کے مہاجرین کو قبول نہ کیا، تو ان کی امداد منسوخ کر دی جائے گی۔ مصاحبین اور درباریوں کو مصرعِ طرح ملنے کی دیر تھی۔ وزیرِ خارجہ مارکو روبیو ہو یا وزیرِ دفاع و قومی سلامتی کے مشیر، سبھی نے آتشیں غزلیں بلکہ دو غزلے ارشاد فرمانے شروع کر دیے۔ اس ہلہ شیری پر نیتن یاہو نے جرنیلوں کو 15 فروری کی رات سے دوبارہ غزہ پر بمباری کا حکم دے دیا۔

قوم سے خطاب میں انہوں نے کہا کہ اگر ہفتے کی دوپہر تک ہمارے قیدی رہا نہ ہوئے تو جنگ بندی ختم ہو جائے گی اور اسرائیلی فوج حماس کی مکمل شکست تک شدید لڑائی جاری رکھے گی۔

دلچسپ بات یہ کہ اس آتش فشانی پر اہلِ غزہ کی جانب سے کوئی جواب آنے سے پہلے ہی اسرائیلی عوام سڑکوں پر آ گئے۔ قیدیوں کی رہائی اور امن معاہدے کی پاسداری کے لیے لواحقین نے اسرائیلی وزیرِ اعظم کی سرکاری رہائش گاہ کا گھیراؤ کر لیا۔ چوراہوں پر ٹائر جلائے گئے۔ "بی بی، قیدی واپس لاؤ یا گھر جاؤ"، "معاہدے کی پاسداری کرو"، اور ''ہمارے پیاروں کو واپس لاؤ'' جیسے فلک شگاف نعرے ہر طرف گونجنے لگے۔ تل ابیب میں امن کی علامت کے طور پر سفید چھتری کے ساتھ قیدیوں کے لواحقین نے دھرنا دیا، جس پر اسرائیلی میڈیا نے سرخی جمائی کہ ''صرف غزہ ہی نہیں، بلکہ تل ابیب کی سڑکوں پر بھی مزاحمت کاروں کا راج ہے۔''

اسی کے ساتھ یمن کے ایران نواز حوثیوں نے دھمکی دی کہ اگر اسرائیل غزہ میں لڑائی دوبارہ شروع کرے گا، تو حوثی اہلِ غزہ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ ''اسرائیل نہ بھولے کہ ہمارے ہاتھ اس وقت بھی لبلبی (Trigger) پر ہیں۔''

اسرائیلی حکومت کے جنگی جنون پر مشتعل ہونے کے بجائے مزاحمت کاروں نے انتہائی شائستہ لیکن دوٹوک انداز میں کہا کہ دھمکیوں کا کوئی فائدہ نہیں، معاہدے پر عمل درآمد میں سب کا بھلا ہے۔ اگر اسرائیل اپنی ذمہ داریوں کی پاسداری کرتا ہے، تو امن منصوبے کے مطابق قیدیوں کے تبادلے اور امن کی راہ پر آگے بڑھنے کے لیے ہمارے دروازے کھلے ہیں۔

اسی دوران اردن کے بادشاہ عبداللہ چہارم صدر ٹرمپ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ مشترکہ پریس کانفرنس کے دوران شاہِ اردن نے بہت محتاط رویہ اختیار کیا۔ صدر ٹرمپ کی جانب سے اہلِ غزہ کو اردن میں بسانے کے سوال پر انہوں نے کہا کہ "ہم 2000 بیمار فلسطینی بچوں کو اردن لے جا رہے ہیں۔" شاہ صاحب نے تجویز دی کہ ٹرمپ منصوبے کو ایسے نافذ کیا جائے جو سب کے مفاد میں ہو، اور اس معاملے میں ہمیں مصر اور دوسرے عرب رہنماؤں کے جواب کا انتظار کرنا چاہیے۔

اس پر صدر ٹرمپ نے گرہ لگائی: ''میں 99.9 فیصد پُراعتماد ہوں کہ مصر مان جائے گا۔'' جب ایک صحافی نے صدر ٹرمپ سے پوچھا کہ ''کیا وہ غربِ اردن کے اسرائیل سے الحاق کی حمایت کرتے ہیں؟'' تو انہوں نے کہا: ''الحاق تو ہو ہی رہا ہے، اور بہت اچھی طرح ہو رہا ہے۔''

اس دوران شاہ صاحب خاموش رہے۔ اپنے دوست کو شرمندگی سے بچانے کے لیے صدر ٹرمپ نے کہا: ''ہماری ملاقات میں اس معاملے پر بات نہیں ہوئی۔''

جہاں تک مصر کا تعلق ہے، تو جنرل السیسی نے 18 فروری کو امریکہ جانے کا فیصلہ منسوخ کر دیا ہے۔ اہلِ غزہ کی وطن بدری کو سختی سے مسترد کرتے ہوئے جنرل السیسی نے کہا کہ عرب ممالک فلسطینیوں کو بے دخل کیے بغیر غزہ کی تعمیرِ نو کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔

ادھر اسرائیلی حکومت دہرا کھیل کھیل رہی تھی، یعنی جرنیلوں کے اجلاس کی میڈیا پر خوب تشہیر کی گئی اور تاثر یہ ابھرا کہ ہفتے کی شام خوفناک بمباری کا دوبارہ آغاز ہوگا، لیکن امدادی قافلوں کے سامنے سے رکاوٹیں ہٹا کر نیتن یاہو معاہدے کی پاسداری پر بلا اعلان راضی ہو گئے۔ چینل 12 کے مطابق قطر کو پیغام بھجوایا گیا کہ اگر مزاحمت کار معاہدے کی شرائط کے مطابق ہفتے کے روز قیدیوں کے چھٹے گروپ کو رہا کر دیں تو اسرائیل جنگ بندی کے معاہدے پر عمل جاری رکھے گا۔ معاملہ ٹھنڈا رکھنے کے لیے اسرائیلی وزیرِ اعظم کے ترجمان امر دوستری نے کابینہ کے وزراء کو ہدایت کی ہے کہ وہ غزہ کے بارے میں کوئی انٹرویو نہ دیں اور بیان بازی سے پرہیز کریں۔

امدادی قافلوں کے راستے سے رکاوٹ ہٹتے ہی اہلِ غزہ نے اعلان کیا کہ 15 فروری کو تین اسرائیلی قیدی رہا کیے جائیں گے، جن میں روسی و اسرائیلی دہری شہریت کے حامل ساشا طرفانوف اور امریکی و اسرائیلی شہری ساقی دیکل شن شامل ہیں۔ اس اعلان پر تبصرہ کرتے ہوئے اسرائیلی اعلامیے میں کہا گیا کہ 'یہ قدم ٹھیک ہے لیکن OK نہیں۔' جمعہ کی شام خان یونس میں اسٹیج سج گیا۔ وہاں نصب ایک بینر پر صدر ٹرمپ کے غزہ سے انخلا کا شائستہ جواب عبرانی و عربی میں درج تھا کہ 'ہجرت تو بس القدس ہی کی طرف ہوگی۔' اسرائیلی قیدیوں کو تقریبِ حوالگی تک غنیمت میں ہاتھ آئی اسرائیلی فوجی گاڑیوں پر لایا گیا۔ مزاحمت کاروں کی وردی بھی اسرائیلی فوجیوں کی تھی، جسے اہلِ غزہ نے 7 اکتوبر کو فوجی چھاؤنیوں سے ہتھیا لیا تھا۔

معاہدے کے مطابق تین اسرائیلیوں کے عوض 369 فلسطینی رہا کر دیے گئے۔ ان افراد کو اسرائیل کے قومی نشان، چھ کونے والے ستارۂ داؤدؑ کی ٹی شرٹ پہنائی گئی، جس پر عربی میں لکھا تھا: 'ہم بھولیں گے نہ معاف کریں گے۔'

اتوار، 16 فروری کی دوپہر مشرقِ وسطیٰ کے لیے صدر ٹرمپ کے خصوصی ایلچی اسٹیو وٹکوف نے واشنگٹن میں قومی سلامتی کے مشیر مائیکل والز کے ہمراہ صحافیوں سے بات کرتے ہوئے انکشاف کیا کہ قیدیوں کے تبادلے اور جنگ بندی معاہدے کے دوسرے مرحلے پر مذاکرات رواں ہفتے شروع ہو جائیں گے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس معاملے پر وہ اسرائیلی و قطری وزرائے اعظم اور مصر کی خفیہ ایجنسی کے سربراہ حسن رشد سے رابطے میں ہیں۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ ایک دن قبل، تمام قیدیوں کی رہائی سے پہلے مزید بات چیت نہ کرنے کا اعلان کرنے والے

اسرائیلی وزیرِاعظم نے مسٹر وٹکوف کے بیان کے فوراً بعد مذاکرات میں اسرائیل کی شرکت پر آمادگی ظاہر کر دی۔ امریکی وزیرِ خارجہ مارکو روبیو نے بھی رائے دی کہ جنگ کے دوبارہ آغاز سے غزہ کا مسئلہ حل نہیں ہوگا، اس لیے کہ فوجی طاقت سے مزاحمت کا خاتمہ ممکن نہیں۔ صرف تین دن پہلے، انہوں نے کہا تھا کہ وہ عارضی جنگ بندی ختم کرنے کے حامی ہیں تا کہ مزاحمت کاروں کو ختم کیا جا سکے۔ ان باتوں سے امید پیدا ہو رہی ہے کہ غزہ کا امن کم ازکم اگلے چند ہفتے برقرار رہے گا۔ تاہم، اس حوالے سے تازہ ترین خبر یہ ہے کہ غزہ کی طرف آنے والے عارضی مکانات اور ایندھن سے لدے ٹرکوں کے راستے میں اسرائیلی فوج نے دوبارہ رکاوٹیں کھڑی کر دی ہیں، جس کی تصدیق کرتے ہوئے وزیرِ اعظم کے ترجمان نے کہا کہ اس معاملے کا ہنگامی کابینہ جائزہ لے رہی ہے۔

شمالی غربِ اردن میں صورتِ حال خراب ہوتی جا رہی ہے۔ گزشتہ چند ہفتوں کے دوران جنین، طولکرم، اس کے مضافات میں قائم نور شمس خیمہ بستی اور وادی اردن کی فارعہ خیمہ بستی سے 76 ہزار فلسطینیوں کو بے دخل کیا جا چکا ہے۔ انسانی حقوق کے عالمی ادارے International Federation for Human Rights FIDH نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ مہذب دنیا اس غیر انسانی سلوک کے خاتمے کے لیے اسرائیل پر دباؤ ڈالے۔ غزہ بیدخلی منصوبے پر کلیسائے روم نے بہت سخت موقف اختیار کیا ہے۔ ویٹیکن کے سکریٹری آف اسٹیٹ Pietro Parolin نے ایک بیان میں کہا کہ:

''No deportation from Gaza'' ہمارا اصولی مؤقف ہے، جس میں لچک تو کیا، بات چیت کی بھی کوئی گنجائش نہیں۔

نیتن یاہو کے شوقِ کشور کشائی نے جہاں غزہ اور غربِ اردن کے لاکھوں فلسطینیوں کو تباہ کر دیا، وہیں اسرائیلی بھی اس وحشت کی قیمت ادا کر رہے ہیں۔ مرکزی ناظمِ حسابات (Comptroller General) میتن یاہو انگلمین نے ذہنی صحت کے بارے میں جو رپورٹ جاری کی ہے، اس کے مطابق جنگ کے نتیجے میں تیس لاکھ بالغ اسرائیلی شہریوں کو اضطراب، افسردگی اور Post-Traumatic Stress Disorder (PTSD)) کی علامات کا سامنا ہے۔ اسرائیل کی کل یہودی آبادی 72 لاکھ ہے، یعنی ملک کے نصف کے قریب لوگ اس جنگ سے ذہنی طور پر متاثر ہیں۔

نسل کشی کے ذمہ داروں کا تعاقب بھی جاری ہے۔ اسرائیلی محفوظ دستے کا ایک سپاہی Yuval Vagdani جب تعطیلات منانے برازیل آیا، تو مجرموں کا پیچھا کرنے والی Hind Rajab Foundation نے عالمی فوجداری عدالت (ICC) کے فیصلے کی بنیاد پر اس فوجی کے خلاف پرچہ کٹوا دیا۔ دلائل اتنے جاندار تھے کہ موصوف کی گرفتاری کا پروانہ جاری ہوگیا۔ تاہم، اسرائیلی خفیہ ایجنسی بھی غافل نہ تھی اور راتوں رات Yuval Vagdani کو برازیل سے فرار کرا دیا گیا۔

(مسعود ابدالی سینئر کالم نگار ہیں۔ عالم اسلام اور بالخصوص مشرق وسطیٰ کی صورت حال کا تجزیہ آپ کا خصوصی میدان ہے)

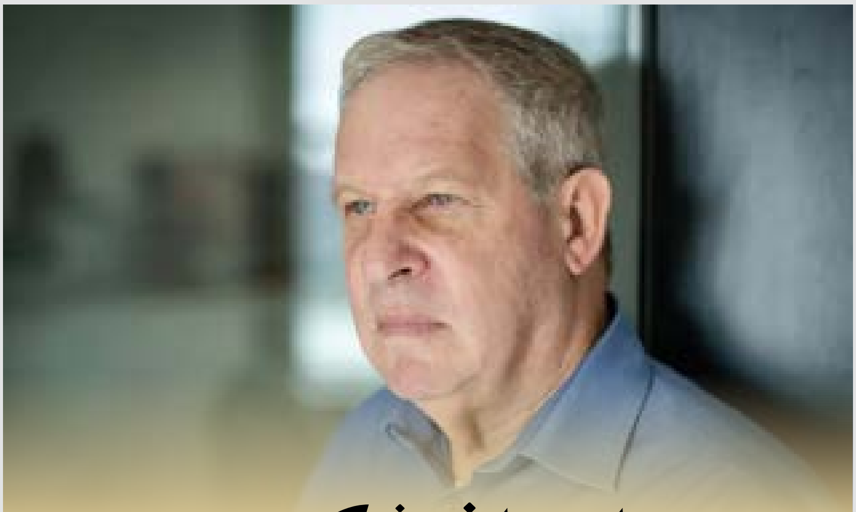

اعترافِ شکست

غزہ میں حالیہ نسل کشی کے دوران بدنام زمانہ ''جنرلز پلان'' پیش کرنے والے سابق اسرائیلی جنرل نے تسلیم کیا ہے کہ جنگ میں صہیونی ریاست مکمل طور پر ناکام ہوگئی ہے۔ عبرانی اخبار روزنامہ معارِف نے اسرائیلی قومی سلامتی کے سابق چیئرمین، ریٹائرڈ جنرل گیورا آئلینڈ کے حوالے سے خبر دی ہے کہ ''اسرائیل غزہ کی جنگ میں بری طرح ناکام ہوگیا۔'' آئلینڈ، جو شمالی غزہ کو خالی کرانے کے لیے جنرلز کی منصوبہ بندی کا معمار ہے، نے کہا ہے کہ غزہ کی جنگ میں اسرائیل کی شکست کو اس بات سے ماپا جا سکتا ہے کہ کون اپنے اہداف حاصل کرنے میں کامیاب رہا اور کس نے دوسرے پر اپنی مرضی مسلط کی۔ اس نے مزید کہا ''غزہ کے معاہدے کو دیکھتے ہوئے اسرائیل نے رفح کراسنگ کھولا اور نِتساریم کے محور سے انخلا کیا، جبکہ ہزاروں فلسطینی شمال کی جانب واپس لوٹ آئے۔ شمال کو جنوب سے مکمل الگ کرنا ہی تو ہمارا ہدف تھا۔ اس لیے اسرائیل اپنا کوئی ہدف حاصل کرنے میں ناکام رہا۔''

پنتالیس سال بعد رہائی

آج جبلِ استقامت، پیکرِ صبر و تحمل نائل البرغوثی کو ان کی اہلیہ نے پیغام پہنچا دیا کہ دجالی ریاست ہفتے کے روز انہیں رہا کر رہی ہے۔ نائل البرغوثی پر پہلے تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ روئے زمین میں سب سے زیادہ عرصہ صہیونی جیلوں میں گزارنے والے بطل جلیل۔ طویل ترین قید تنہائی گزارنے والا حریت کا متوالا۔ مشہور ہے کہ انہیں جس کمرے میں رکھا گیا تھا، اس عرصے میں اس کا آہنی دروازہ 3 مرتبہ زنگ لگ کر بوسیدہ ہونے کی وجہ سے تبدیل کر دیا گیا۔ یعنی 3 بار لوہا اپنا وجود کھو بیٹھا، مگر اس شخص کے پایہ ثبات میں کوئی لغزش نہیں آئی۔ 45 سال بعد رہا ہونے کے بعد بھی انہیں اپنے وطن سرزمین قدس میں رہنے کی اجازت نہیں ہوگی اور ارض مقدس کو ہمیشہ کے لیے چھوڑنا پڑے گا۔

خصوصی رپورٹ: رُبی مَیسُون

غزہ تعمیرنو: ہم نئے عزم سے بنیادِ سحر رکھیں گے؟

جنگ فی الوقت ختم سہی! گھر تباہ ہوگئے، راستے برباد۔۔۔زمینی سلامتی سے دستبرداری کیسی

اپنے گھر لوٹنا خوشی کا ذریعہ بنتا ہے۔ دنیا کے کسی بھی خطے سے واپس اپنے علاقہ، آبادی، شہر یا ملک آئیں تو امید جاگتی ہے، کوئی منتظر ہوگا، گھر کی دہلیز راہ تک رہی ہوگی، در ودیوار روشن ہوجائیں گے۔

جب غزہ والے لوٹ رہے تھے تو ذہن مختلف تھے۔ خیال منتشر تھے۔ انتظار کہیں نہیں تھا۔ جن سڑکوں پر چلنا کبھی دشوار نہ تھا، اب آسان نہیں تھا۔ دیکھنے والا کوئی نہ تھا۔ دونوں طرف پتھروں کے ڈھیر تھے، ملبے کے پہاڑ تھے۔

یہ 27 جنوری کی صبح تھی۔ ہزاروں لاکھوں فلسطینیوں سمیت میں بھی سڑک پر رواں دواں تھا۔ ہم سب بے گھر، بے در اور بے خانماں تھے۔ کوئی آشیاں نہ تھا۔ یوں لگتا تھا کہ پرندوں کی ڈاریں ہیں، پتہ کچھ نہیں ہے، کہاں جائیں گی۔ میرا بھی کوئی گھر نہ تھا۔ شاید اب رہا نہیں تھا۔ میں جنوبی غزہ میں کبھی رہا کرتا تھا۔ دوران جنگ شمال جنوب، مشرق و مغرب دسیوں بیسیوں چکر ان اطراف کے لگوائے گئے، کچھ میں نے خود لگائے۔ اب پھر میں سب کے ساتھ رواں دواں تھا۔ جنگ سے پہلے غزہ میں چلنا پھرنا، آنا جانا بہت آسان تھا، پھر مشکل تر ہوتا گیا۔ آج بھی بہ ظاہر آسان محسوس ہو رہا تھا۔ لیکن دکھ اور کرب نے یہ احسان چھین لیا تھا۔

میں تو روزانہ کام کے سلسلے میں ان راستوں کا راہی رہتا تھا۔ اپنے ملازمت کے مقام تک جاتا اور آتا۔ آخری دن 5 اکتوبر کا تھا جب 2023ء میں مجھے یہ آنا جانا مقدر ہوا تھا۔ میں خان یونس کے مواصی علاقے سے نکلا۔ میرا رخ الرشید سٹریٹ کی جانب تھا۔ اس سے آگے غزہ سٹی کا علاقہ تھا۔ اب یہاں ٹرانسپورٹ لینا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔

میں گھنٹہ بھر پیدل چلتا رہا۔ پاس سے گزرنے والی ہر گاڑی کو اشارہ کرتا کہ شاید لفٹ مل جائے لیکن ہر گاڑی بھری ہوئی نکلتی جاتی رہی۔ سڑکوں اور گلیوں میں ہزاروں لاکھوں لوگ تھے۔ کس کس کو لفٹ ملتی۔ کوشش کے باوجود کوئی ساتھ لینے جانے والی گاڑی نہ مل سکی۔ میں اب دیر البلاح کے قرب و جوار پہنچ گیا تھا۔

مصنوعی ٹرانسپورٹ: جہاں! جس طرح کی گاڑیاں گزر رہی تھیں، وہ سب مصنوعی ٹرانسپورٹ ہی کہی جاسکتی تھی۔ بہت واضح ہدایات تھیں کہ کسی کے پاس گاڑی، بس، ٹریکٹر یا کچھ بھی ہے۔ اسے سڑک پر نہ لائے۔ جنگ نے ہزاروں گاڑیاں تباہ کردی تھیں۔ یہ بات ہم سب پہلے ہی جانتے تھے۔

ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ غزہ کی سڑکوں پر جو کچھ چل رہا تھا، وہ زمانۂ جدید میں گاڑی نہیں کہلا سکتا۔ آپ اسے کار یا جیپ نہیں کہہ سکتے۔ اگر حیرانی نہ ہو تو لکڑی اور لوہے کے سیلاب سے کچھ نہ کچھ بنا لیا گیا تھا۔ یہ کاروں کی باقیات تھیں۔ جنگ زدہ ویگنیں یا ایمبولینس تھیں۔ یا پھر واقعی لوہے کے ڈبے تھے، صندوق تھے جن کو پہیے لگا لیے گئے تھے۔ ان میں حسب استطاعت لوگ بھرے تھے۔ درحقیقت ''ہم لوگ یا ہمارے لوگ'' بھرے تھے۔ ان سب سے کہہ دیا گیا کہ راستے میں کہیں رکنا نہیں ہے۔ کسی نے اترنا ہو تو چھلانگ مارے یا کود جائے۔ خدشہ ہے کہ گاڑی رک گئی تو سب رک جائیں گے۔ کسی گاڑی میں یہ عیاشی میسر تھی لیکن ہر کسی میں نہیں تھی۔ اس لیے زیادہ گاڑیاں رکتی ہی نہیں تھیں۔

دیکھنے والوں کو ایک چھوٹی کار بھی دکھائی دے جاتی تھی جس کے پیچھے چھکڑا، ریڑھی یا اسی طرح کا ڈھانچہ کسی نہ کسی طرح باندھا گیا تھا۔ اب یہ کار چھکا چھک کے بجائے تقریباً ڈھینچوں ڈھینچوں کرتے جا رہی تھی۔ حالاں کہ گاڑی کو تو فراٹے بھرتے جانا ہوتا ہے۔ کہیں گاڑی کو گدھے کھینچ رہے تھے۔ موٹر سائیکل سے بھی اسی طرح کا کام لیا جا رہا تھا۔ کہیں ٹرک بھی گزرتا نظر آتا لیکن یہ سامان لانے، لے جانے کے لیے تھا۔

عام دنوں میں لوگ شاید اس طرح کے ہونق زدہ، مضحکہ خیز ذرائع آمدورفت دیکھنا بھی گوارا نہ کرتے لیکن اب ان کی تلاش میں تھے۔ اب ان سے انکار کرنا بھی ایک طرح کی ''عیاشی'' تھی۔ کوئی متبادل تھا ہی نہیں۔

سڑکوں کے دونوں اطراف کہیں مرسیڈیز بینز کا جدید ایڈیشن تو کہیں پورشے، کہیں فورڈ تو کہیں اور جدید گاڑیاں دکھائی دیں۔ کسی کا اگلا حصہ غائب تو کسی کا پچھلا حصہ تباہ ہو چکا تھا۔ میں گھنٹہ بھر ہاتھ ہلا کر پاس سے گزرنے والے ڈھانچوں کو دیکھ کر مسکراتا رہ جاتا۔ ایک گاڑی گزری، اس میں سوار لڑکے نے مسکرا کر دعوت دی اور کہا: ''آئیں بونٹ حاضر۔''

تقریباً ہر فلسطینی نے 2 فروری 2025ء کو پہلی بار اپنے گھر کو دیکھا جو کبھی دولت کدہ تھا، اب ستم زدہ تھا۔ پندرہ ماہ گزرے تھے، لگتا تھا کہ پندرہ صدیاں گزر گئی ہیں۔ محمد الحاجر کے گھر کا حال بھی ایسا ہی تھا۔ پاس سے گزرتے دنوں راہ گیروں نے میرے آنگن میں جھانکا تو میں نے ان سے کہا کہ ''نان جویں نہیں، سنگ سنگ صحن ہے، آجایئے۔'' وہ پھر بھی مسکرائے اور کہنے لگے: ''پھر سے آباد ہوگا، پھر آئیں گے۔''

میری ان کو پیش کش غیر معمولی لگی تھی اور ان کا جواب تو بہت ہی غیر معمولی تھا۔ میں نے ان سے کہا: ''ایسے ہی چلے آئیں (گویا میں ان سے کہہ رہا تھا کہ انہی پتھروں پر چل کے آسکو تو آؤ، میرے گھر میں کوئی کہکشاں نہیں ہے)۔

میں نے گھوم پھر کر ماحول کا جائزہ لیا۔ ایک کار گزری، وہ لوگ سمجھے کہ لفٹ کی تلاش میں ہوں، انہوں نے کسی طرح رفتار کم کی لیکن سوار ہونا ممکن نہ تھا۔ لیکن مجھے تحفظ کا یہ احساس ضرور ہوا کہ کچھ نہ کچھ تو ہے۔ سڑکوں پر اب بلڈوزر چلنے لگے تھے۔ وہ ملبہ راستوں سے ہٹا رہے تھے۔ کسی کار کی عمومی رفتار کسی پیدل چلنے والے کی رفتار سے زیادہ نہ تھی۔ سڑک کے کناروں پر ریڑھیاں لگ گئی تھیں۔ لوگ خریداری بھی کرنے لگے تھے۔

مجھے ایک کار میں بیٹھنے کا موقع آخر کار ملا تو وہاں ایک لڑے کی کار کے ساتھ پیدل چلنے والے سے گفتگو سننے کا موقع ملا۔ پیدل آدمی کے ہاتھ میں دو کتوں کے سٹریپ تھے۔

لڑکے نے کہا: ''تم ایک سو ڈالر کے عوض ایک کتا مجھے بیچو گے کیا؟''

پیدل آدمی نے کہا: ''میں یہ فروخت کرنا نہیں چاہتا۔ تم ہزار ڈالر بھی دو تو میں نہیں دوں گا۔''

میں نے اسے ازراہ مذاق کہا کہ مجھے یہ کتا 10 شیکل یعنی 3 ڈالر میں دیتے ہو؟ اس نے نہایت شائستگی سے کہا: ''اپنی رقم اپنے پاس رکھو۔'' پھر یہ سفر یونہی کٹتا رہا۔

جہد مسلسل، پیہم مشقت: پھر ہماری کار الزویدہ چوک پہنچی۔ یہ غزہ سٹی سے 10 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ وہاں گاڑیاں مکمل رکی ہوئی تھیں۔ ٹریفک جام تھا۔ آگے جانا ممکن تھا نہ واپسی کا سوال ہی پیدا ہو رہا تھا۔

''سڑک بند ہے، میں آپ کو یہاں اتار رہا ہوں۔'' ڈرائیور نے کہا۔ سب وہاں اتر گئے۔ پھر مجھے اندازہ ہوا کہ ڈرائیور نے کرایے کی مد میں خاصی رقم ان سے وصول کی ہے۔ سب نے کچھ ''ہاتھ ہولا'' رکھنے کا اس سے مطالبہ کیا۔ ڈرائیور نے کہا کہ آگے راستہ بند ہے۔ کھلا ہوتا تو لے جاتا لیکن کرایہ پورا ہی لوں گا۔ گاڑی میں سوار فیملی سے مجھے ہمدردی محسوس ہوئی۔ میں نے ڈرائیور سے کہا کہ تمہیں مسافروں کے ساتھ اپنا سلوک مناسب رکھنا چاہیے۔ تمہیں معلوم تھا کہ راستہ بند ہوگا پھر بھی زیادہ کیوں مانگا؟

ان سب میں واحد میں ہی تھا جس کے پاس کم بوجھ تھا۔ دیگر مسافر اپنے گھروں کو بھاری سامان کے ساتھ لوٹ رہے تھے۔ ان کے پاس سامان کے ساتھ بچے بھی تھے۔ مجھے کیا کرنا تھا۔ میرے پاس پانی کی ایک بوتل تھی یا میرا پرس تھا۔

جو کچھ دیکھنے کو مل رہا تھا، وہ بہت بڑا بوجھ تھا۔ بوڑھے، شیر خوار بچے اپنی ماؤں کی گود میں، پرام میں پڑے

بچے، ویل چیئر پر بیمار، تھکے ماندے چہرے لیے نوجوان، تھکاوٹ سے نڈھال افراد، بوجھ سے لدے اجسام اپنے ناتواں جسموں کو کھینچتے لوگ، آہستہ آہستہ لیکن پیہم چلتے مشقت زدہ، دنوں، ہفتوں کے بھوکے، پیسے کا تصور ہی محال تھا۔کوئی سڑک سلامت نہیں تھی کوئی راستہ باقی نہیں رہا تھا۔

تباہی کی گواہی: الرشید سٹریٹ شیخ جلان علاقے میں انگوروں کی لدی پھدی بیلوں کی سٹریٹ ہوا کرتی تھی۔ اس علاقے کی خصوصیت ہی یہاں کے انگور تھے۔ یہاں کی پیداوار سمندر پار کی مارکیٹوں کی جان تھی۔

میرے ساتھ ساتھ چلنے والے ایک فلسطینی نے دریافت کیا: ''آخر وہ سب انگوروں کی بیلیں کہاں گئیں؟ یہاں کے انگور کہاں گئے؟'' ایک اور راہ گیر نے جواب دیا: ''بلڈوز کر دیے گئے، تباہ کر ڈالے گئے۔'' اب صرف تباہی ہی تباہی ہے۔

کبھی، 16 ماہ پہلے، یہاں بلند و بالا عمارتیں، جہازی ٹاورز اور خوبصورت ولاز تھے، اب باقی غزہ کی طرح ملبے کے پہاڑ ہیں، ادھ کھلے باغات کی باقیات ہیں۔صہیونی فوج نے زندگی کے نشان بھی نہیں چھوڑے۔

میں نے ایک جگہ دیکھا کہ سڑک کے بیچوں بیچ ایک بوڑھی خاتون ایک بوسیدہ کمبل پر لیٹی آسمان کو دیکھے جا رہی تھی۔ کوئی گاڑی دستیاب نہیں تھی جو اسے کسی ہسپتال لے جائے۔ ایک بوڑھا آدمی گیس کا سلنڈر لیے ہوئے تھا۔ پھر اچانک اس نے سلنڈر پھینک دیا۔ جہاں جاتا ہے، جائے۔ ایک اور آدمی کو دیکھا جو ایک ٹانگ سے محروم ہو چکا تھا۔لکڑی کی بیساکھیاں لیے گھسٹ رہا تھا۔ وہ اس حال میں لاکھوں کے اس انبوہ کا حصہ تھا کہ سر پر بھاری بوجھ اٹھائے ہوئے تھا۔

میں نے ایک نوجوان عورت کو دیکھا۔ وہ تنہا تھی، اکیلی تھی۔ وہ جنگ کے آغاز میں اپنے شوہر اور دو بچوں کے ساتھ گھر چھوڑنے پر مجبور ہوئی تھی۔ اب اس کا سارا خاندان شہداء کی صف میں شامل ہو گیا تھا۔ اب وہ اپنے والدین کے پاس اکیلی جا رہی تھی۔ وہ سارے راستے چیختی رہی، آہ و بکا کرتی رہی۔ وہ رب سے دعا کر رہی تھی کہ اے میرے رب! ان سب کے دلوں کے ٹکڑے کر دے جنہوں نے میرے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔

میں نے ہزاروں عورتوں کو دیکھا۔ وہ بھاری بوجھ اٹھائے چل رہی تھیں۔ بچے ان کی ٹانگوں اور کپڑوں سے چمٹے ہوئے تھے۔ تھکاوٹ، درماندگی، نقاہت ان کے چہروں پر صاف دیکھے جانے والے تاثرات بن گئے تھے۔ گرد، دھول اور مٹی نے ان کے چہروں کو ڈھانپ رکھا تھا۔ وہ بھرائی ہوئی آنکھیں لیے چل رہی تھیں۔ آنسوؤں نے ان کے رخساروں کے دریا بھر رکھے تھے۔ کوئی تو ہو جس کے سامنے ان کے بند ٹوٹیں، سیلاب کی مانند نہریں بہیں اور دل کی بھڑاس وہ بھی نکال سکیں۔

میں نے راستوں کے اطراف ماؤں کو بیٹھے دیکھا۔ وہ اپنے شیر خواروں کو دودھ پلا رہی تھیں۔ کبھی انہوں نے یہ سوچا بھی نہ ہوگا کہ سڑک کنارے انہیں ایسا کرنا پڑے گا۔ میں نے سنا، ایک ماں اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی: ''بیٹی! تھک گئی ہو چلتے چلتے، مجھے پتہ ہے کہ تم نڈھال ہو رہی ہو۔ میں تجھے اٹھا لیتی ہوں۔'' اس نے دو بھاری تھیلے پہلے ہی اٹھا رکھے تھے۔ اس کے شوہر نے چار بیگ اٹھا رکھے تھے۔

راستہ طویل تھا: میں نے ایک لڑکی کو دیکھا جو چلتے ہجوم کے درمیان کھڑی تھی۔ ارد گرد دیکھ رہی تھی۔ وہ چیخ رہی تھی، بھاری سامان اٹھائے ہوئے تھی۔ میں نے پوچھا، کہنے لگی کہ خاندان سے بچھڑ گئی ہوں۔ میں نے اس کا سامان اٹھا لیا اور کہا کہ میں اس وقت تک تمہارے ساتھ چلتا ہوں جب تک تمہارے خاندان والے مل نہیں جاتے۔

ہم تقریباً نصف کلومیٹر چلتے رہے۔ پھر اس نے اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''وہ رہے میرے انکل''، ''وہ میری والدہ ہیں۔''

اس کے سامان کو اٹھاتے ہوئے میں بھی نڈھال ہو گیا تھا۔ میں سامان کا تھیلا کبھی ایک کندھے لٹکاتا، کبھی دوسرے پر۔ میں حیران تھا کہ یہ بچی کس طرح سامان اٹھا کر یہاں لے آئی تھی۔ حقیقت یہی ہے کہ ترحم کے احساسات انہی بحرانوں میں پروان چڑھتے ہیں۔

میں نے ایک نوجوان کو دیکھا۔ اس نے اپنی پشت پر اپنے بوڑھے باپ کو اٹھا رکھا تھا۔ وہ لمبی سڑک پر چلتا آیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ دو نوجوان بہت دور سے ایک بیمار بوڑھی خاتون کو لے آئے تھے اور اب بھی ان کا سفر جاری تھا۔ وہ بہت آہستہ چل رہے تھے۔ تھکان اور اوپر سے خود نڈھال، ہر قدم محال تھا اٹھانا، لیکن وہ ہمت نہیں ہار رہے تھے۔ وہ خاتون بھی نڈھال تھی۔ پھر ایک نوجوان نے دوسرے سے کہا: ''ان کو ذرا ستا لینے دو۔''

بچے، لڑکیاں، مرد، غرض یہ کہ ہر طرف لوگ تھے۔ پانی مانگتے، ذرا دیر کے لیے رکنا چاہتے، کہیں پانی نہیں تھا، کہیں روشنی نہیں تھی، کہیں کسی گاڑی کا ایندھن ختم ہو گیا تھا۔

لوگ نڈھال ہو کر سڑک پر ہی گرتے جا رہے تھے۔ دور تک لوگ زمین سے چپٹے ہوئے تھے۔ چہرے زرد ہو رہے تھے۔ قدم رک رہے تھے۔ ٹانگیں ڈگمگا رہی تھیں۔ لوگوں کو ان سختیوں کا تجربہ نہ تھا۔ عورتوں نے کبھی ان حالات کا سوچا بھی نہ ہوگا۔ راستہ تباہ شدہ تھا۔ گہرے گڑھے تھے، جگہ جگہ بلڈوزر چلنے سے سڑکیں ادھیڑ دی گئی تھیں۔

تباہی ہر سُو تھی لیکن اپنے گھر کی تلاش اس کے باوجود جاری تھی کہ گھر تو ملبے کا منظر پیش کر رہا ہوگا۔ وہ ٹرمپ کو بتانا چاہ رہے تھے کہ گھر قیمتی ہوتا ہے، زمین بکاؤ مال نہیں ہوا کرتی۔

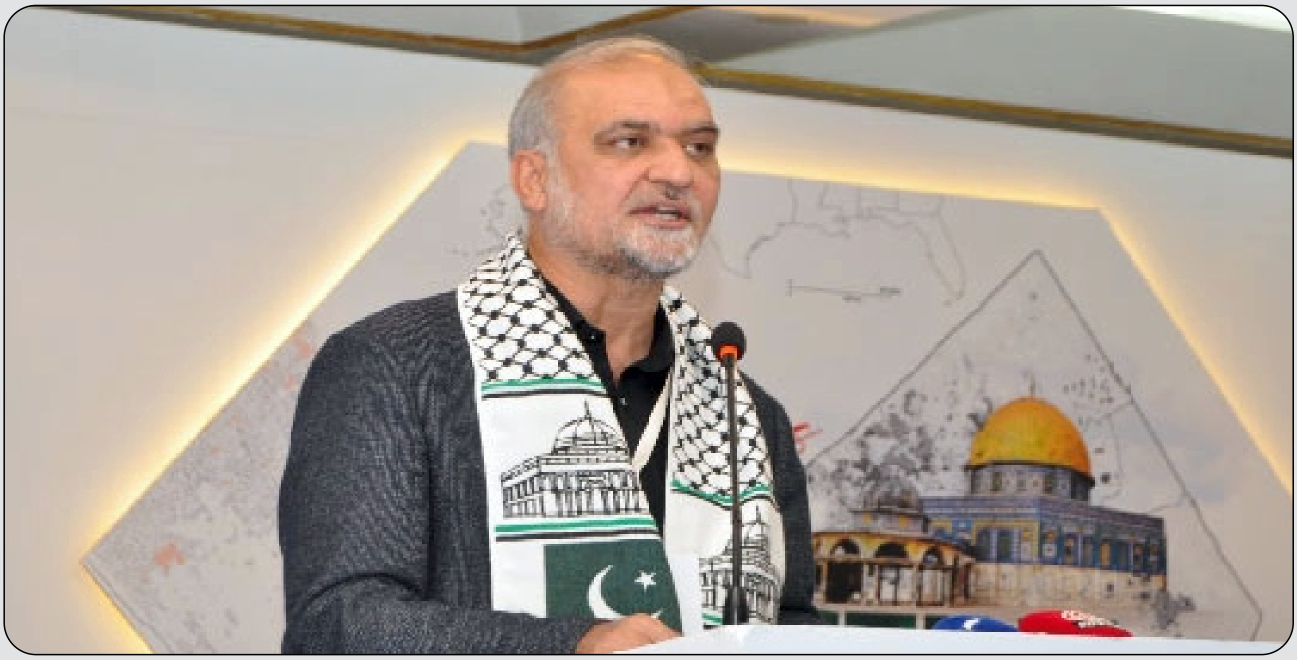

خصوصی رپورٹ: عبدالرحمٰن السدیس

غزہ ملت اسلامیہ کی غیرت پر طمانچہ ہے

اسلام آباد فلسطین انٹرنیشنل کانفرنس سے نعیم الرحمان کا خطاب

امیر جماعت اسلامی حافظ نعیم الرحمن نے کہا ہے کہ مسئلہ فلسطین کا دو ریاستی حل نا قابل قبول، فلسطین فلسطینیوں کا، اسرائیل ناجائز اور دہشت گرد ریاست ہے، پاکستانی قوم صرف فلسطین کو ریاست مانتی ہے، حکمرانوں نے اسرائیل کو تسلیم کرنے کا سوچا بھی تو قوم انہیں عبرت کا نشان بنا دے گی۔ یورپ کے یہودیوں کو فلسطین میں آباد کیا گیا، یہ ناجائز اور غیر قانونی اقدام جس پر فلسطینیوں نے بھرپور ردعمل دیا۔ حکومت کشمیر پر واضح اور ٹھوس پالیسی کا اعلان کرے۔ فلسطین انٹرنیشنل کانفرنس کے مثبت اثرات ہوں گے۔ دنیا بھر سے آنے والے مہمانان کو خوش آمد کہتا ہوں۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے جماعت اسلامی کے زیر اہتمام انٹرنیشنل فلسطین کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ نائب امیر ڈاکٹر اسامہ رضی، سیکرٹری جنرل امیر العظیم، ڈائریکٹر امور خارجہ آصف لقمان قاضی، راجہ ظفر الحق، ناظم اعلی اسلامی جمعیت طلبہ حسن بلال ہاشمی، فلسطین کے طلبہ رہنما ڈاکٹر اشرف عواد، ترکی کے طلبہ رہنما صلح تران، بنگلہ دیش کے طلبہ رہنما ڈاکٹر فیصل مصطفی پرویز، افغانستان کے طلبہ رہنما عبدالواحد ہمت، سینیئر صحافی و اینکر حامد میر، اینکر ڈاکٹر فضا، الجزیرہ سے تعلق رکھنے والے صحافی وائل الدہدو، ساوتھ افریقہ کے صحافی فیصل داجی و دیگر نے بھی کانفرنس کے مختلف سیشنز سے خطاب کیا۔

امیر جماعت نے کہا کہ حماس کا عمل چند لوگوں کو پریشان کر رہا ہے۔ حماس کے 7 اکتوبر حملے سے پہلے فلسطینیوں کے مسائل تھے، ان کو گھروں سے نکالا گیا، نسل کشی کی گئی، جیلوں میں قید کیا گیا۔ موجودہ جنگ بندی کے 20 سال بعد لوگ جیلوں سے نکلیں ہیں، دنیا کی کھلی جیل غزہ بن گئی ہے۔ ان کی امداد کرنے بھی کوئی نہ جا سکے تو جس میں غیرت ایمان ہوگا وہ مزاحمت کرے گا۔ انہوں نے کہا کہ حماس بین الاقوامی قوانین کے تحت ہی مسلح جدوجہد کر رہی ہے۔ حماس سے متعلق امریکہ کہتا ہے کہ یہ دہشت گرد ہے، حماس نے الیکشن جیتا ہے، واشنگٹن کو وہ جمہوریت پسند نہیں جس میں حماس جیت جائے، جمہوریت کا جنازہ ویٹو پر نکل جاتا ہے، جب ہر معاملے میں یہ ویٹو استعمال کرتا ہے۔ امریکہ نے جاپان پر بم گرایا، ویت نام پر حملہ کیا، وہ کیسے حماس کو دہشت گرد کہہ سکتا ہے، یہ خود سب سے بڑا دہشت گرد ہے۔ حماس کی حمایت کرنی ہوگی، اسرائیل دہشت گردی کر رہا ہے اس کا

جواب حماس دے رہا ہے اور اس کو روک رہا ہے، پاکستان میں بھی یہ بات شروع ہونے جا رہی ہے کہ جنگوں کا فائدہ نہیں ہے۔ طوفان اقصیٰ اگر نہ ہوتا تو بھی فلسطینی شہید ہو رہے تھے، حماس نے اسرائیل کو شکست دے دی ہے، اسرائیل نے بچوں پر بمباری کی ہے بچوں کو سنا پر گن سے شہید کیا گیا ہے۔ ٹرمپ رائل سٹیٹ کے غنڈے کی طرح غزہ پر بات کر رہا ہے۔

حافظ نعیم الرحمن نے کہا کہ پہلے عالمی طاقتیں مین سٹریم میڈیا کو کنٹرول کر لیتے تھے اب سوشل میڈیا نے اس کو ناکام بنا دیا ہے، الجزیرہ نے اس میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ حماس نے مسئلہ فلسطین کو دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ بنا دیا۔ امریکہ میں صدارتی الیکشن ہو رہا تھا اور موضوع فلسطین تھا، امریکہ میں 20 فیصد لوگ حماس کی سپورٹ کر رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے جو غزہ پر بات کی ہے اس کی مذمت ہونی چاہیے۔ اس سے نئی نسل کشی شروع ہوسکتی ہے۔

امیر جماعت نے واضح کیا کہ حکمرانوں کو اسرائیل تسلیم نہیں کرنے دیں گے، پاکستانی قوم ایسے لوگوں کو عبرت کا نشان بنا دے گی جو اسرائیل کو تسلیم کرنے کی بات کریں گے۔ فلسطین کا مسئلہ حل کئے بغیر دنیا کی معیشت ٹھیک نہیں ہوسکتی ہے۔ سعودی عرب، پاکستان، ملائشیا و دیگر ممالک پر اسرائیل کو تسلیم کرنے کے لیے دباو ڈالا جا رہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ غزہ کی دوبارہ تعمیر کی ضرورت ہے، غزہ جنگ کا تاوان امریکہ اور اسرائیل سے لیا جائے۔ فلسطینیوں کی آواز بلند کرنے کے لیے میڈیا کردار ادا کرے، یہ قومی ذمہ داری ہے۔ انھوں نے کہا کہ فلسطین اور کشمیر ہمارے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ مسئلہ کشمیر پر بھی ہم کوئی سودا بازی نہیں کریں گے۔ اگر باجوہ نے کشمیر پر ڈیل کی ہے تو جنرل باجوہ کا کوٹ مارشل ہونا چاہیے۔ ہم واضح کرنا چاہتے ہیں کہ حکومت کشمیر پر پسپائی کی باتیں کرنا ترک کرے اور کشمیر کے بارے ٹھوس اور واضح پالیسی کا اعلان کرے۔

امیر العظیم نے کہا کہ میں تمام شرکاء کو کانفرنس میں خوش آمدید کہتا ہوں، برطانیہ کا سورج غروب ہو گیا ہے، تاریخ بدل رہی ہے نہ سقوط کابل ہوا اور نہ سقوط غزہ ہوگا، اب سقوط کسی اور کا ہوگا۔ فلسطینیوں کے ساتھ امت مسلمہ کے ساتھ باضمیر لوگ کھڑے ہوگئے ہیں، یہ جلد آزاد ہوگا۔ ہم ایسا ماحول بنائیں گے جس سے غزہ دوبارہ تعمیر کے لیے سازگار ہوگا۔

آصف لقمان قاضی نے کہا کہ جماعت اسلامی کی طرف سے میں تمام شرکا کو خوش آمدید کہتا ہوں آج غزہ کے مسلمانوں پر حملے کا خطرہ ہے جو ٹرمپ کے بیان کے بعد سامنے آیا ہے۔ دنیا اب مسائل کو طاقت سے حل کی طرف بڑھ رہی ہے۔

ڈاکٹر اسامہ رضی نے کہا کہ غزہ میں گذشتہ 15 ماہ نے دنیا کی تمام سیاسی ڈائنامکس کو تبدیل کر دیا ہے، اینڈ آف دی ہسٹری کا پیراڈائم ختم ہوگیا ہے۔ افغانستان جنگ کے بعد دنیا میں دیگر سپر پاور سامنے آگئے۔ ایک منٹ میں سب سے زیادہ لوگ غزہ میں قتل کئے گئے، ورلڈ وار میں بھی ایک منٹ میں اتنے لوگ قتل نہیں کئے گئے، وہ چاہتے تھے کہ اس سے غزہ کے عوام ہار مان جائیں گے۔ فلسطین کے لیے احتجاج کرتے ہوئے امریکہ کے 4 ہزار طلبا امریکہ میں گرفتار ہو کر جیلوں میں گئے۔ مغرب میں بھی غزہ کے لیے سب سے بڑے مظاہرے ہوئے ہیں۔

قطر میں مولانا فضل الرحمان اور حماس قیادت کے درمیان اہم ملاقات

دوحہ، قطر: جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے سربراہ مولانا فضل الرحمان اپنی جماعتی وفد کے ہمراہ قطر پہنچے، جہاں انہوں نے حماس کی مجلس شوریٰ کے سربراہ حسن درویش اور دیگر سینئر رہنماؤں سے ملاقات کی۔

گزشتہ ماہ کے آغاز میں، حماس کے ایک اعلیٰ سطحی وفد نے مولانا فضل الرحمان سے اسلام آباد میں ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کی، جس میں فلسطین کی تازہ صورتحال، امدادی سرگرمیوں، جنگ بندی کی تازہ پیش رفت، حماس اور جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے درمیان تعلقات کو مزید فروغ دینے کے امور پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ اس ملاقات کے تسلسل میں، مولانا فضل الرحمان نے قطر میں حماس کی قیادت سے ملاقات کی، جہاں فلسطینی عوام کی مدد، مسجد اقصیٰ کے تحفظ اور اسرائیلی جارحیت کے خلاف عملی اقدامات زیر بحث آئے۔

حماس کی مجلس شوریٰ کے سربراہ حسن درویش نے مولانا فضل الرحمان کے تعاون پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا: ”جمعیت علمائے اسلام امتِ مسلمہ کی جانب سے فرضِ کفایہ ادا کر رہی ہے، اور ہم ان کے فلسطینی کاز کے لیے عزم اور حمایت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ فلسطینی عوام اپنے مسلمان بھائیوں کی امداد کے منتظر ہیں، اور ہمیں فوری طور پر ادویات، خیمے، اور خوراک کی اشد ضرورت ہے۔“

مولانا فضل الرحمان نے پاکستانی عوام سے گھروں کی تعمیر، خیموں، دوائیوں، اور رمضان المبارک میں سحر و افطار کے انتظامات کے لیے فلسطینی بھائیوں کی بھرپور مدد کرنے کی اپیل کی۔ جے یو آئی کے وفد میں مولانا راشد محمود سومرو اور مفتی ابرار احمد خان شامل تھے۔

براہ راست رپورٹ

فلسطین امت کا منتظر اور امت امریکہ کی دست نگر

انٹرنیشنل فلسطین کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مسلم لیگ ن کے مرکزی رہنما راجہ ظفر الحق نے کہا ہے کہ اس وقت غزہ میں ظلم کی انتہا ہو چکی ہے کوئی اس ظلم کو روکنے والا نہیں ہے مظلوموں کی مدد کرنے والوں کو روکا جارہا ہے، غزہ کو مصر سعودی عرب اور اردن میں آباد کرنے کے خلاف مسلمان ممالک کے ساتھ غیر مسلم ممالک بھی خلاف ہیں، اس وقت اگر امت مسلمہ متحد نہیں ہوئی تو دنیا کو تباہی سے کوئی نہیں روک سکتا ہے۔

ان خیالات کا اظہار مسلم لیگ ن کے مرکزی رہنما راجہ ظفر الحق نے جماعت اسلامی پاکستان کے زیر اہتمام انٹرنیشنل فلسطین کانفرنس کے پہلے سیشن سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔

راجہ ظفر الحق نے کہا کہ کامیاب کانفرنس کے انعقاد پر جماعت اسلامی کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اس وقت دنیا میں ظلم کی انتہا ہو چکی ہے کوئی اس ظلم کو روکنے والا نہیں ہے مظلوموں کی مدد کرنے والوں کو روکا جارہا ہے 61ہزار لوگوں کو غزہ میں شہید کیا جا چکا ہے جبکہ 20ہزار لاشیں ملبے میں ہیں۔ دنیا کی سپر پاور اسرائیل کے ساتھ ہے۔ امریکہ مسلم ممالک پر دباو ڈال رہا ہے۔ اس وقت اگر امت مسلمہ متحد نہیں ہوئی تو دنیا کو تباہی سے کوئی نہیں روک سکتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ جب اعلان کیا گیا کہ غزہ سے فلسطینیوں کو نکال دیا جائے ان کو سعودی عرب اور مصر میں آباد کردے، اردن کے بادشاہ نے غزہ سے فلسطینیوں کو اردن میں آباد کرنے سے معذرت کر دی ہے۔ اس سکیم کی سب سے پہلے آسٹریلیا نے مخالفت کی ہے ۔ یورپی ممالک بھی اس سکیم کی مخالفت کررہے ہیں ۔ بزرگ سیاستدان نے کہا کہ جو اس حوالے سے کمیٹی بنائی جارہی ہے اس میں مشاہد حسین سید کو شامل کیا جائے۔

سیکرٹری جنرل جماعت اسلامی پاکستان امیر العظیم نے کہا کہ میں تمام شرکاء کو کانفرنس میں خوش آمدید کہتا ہوں، برطانیہ کا سوج غروب ہو گیا ہے تاریخ بدل رہی ہے نہ سقوط کابل ہوا اور نہ سقوط غزہ ہوگا اب سقوط کسی اور کا ہوگا فلسطینیوں کے ساتھ امت مسلمہ کے ساتھ باضمیر لوگ کھڑے ہو گئے ہیں۔ فلسطین جلد آزاد ہوگا ۔ ہم ایسا ماحول بنائیں گے جس سے غزہ دوبارہ تعمیر کے لیے ساز گار ہوگا ۔ ملائشیا کی اسلامی تنظیموں کے اتحاد کے سربراہ ڈاکٹر محمد عزمی نے کہا کہ غزہ میں مستقل جنگ بندی ہونی چاہیے اور یہودیوں کی آبادکاری فوری روک جانی چاہیے ۔ ہم مسلمان اس ظلم کو روکنے میں ناکام ہوئے ہیں۔ غزہ میں امن اس وقت اگر ہمارے پاس سٹریٹجک پلان ہوگا تو یہ سیمینار کامیاب ہوگا۔ ہمیں غزہ کے لیے عوام کی ماس موبالائزیشن کرنی ہوگی۔

ہمیں فلسطین کے لئے ہم خیال لوگوں کے پاس جانا ہوگا چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم ہوں۔ جماعت اسلامی کے مرکزی رہنما آصف لقمان قاضی نے کہا کہ جماعت اسلامی کی طرف سے میں تمام شرکا کو خوش آمدید کہتا ہوں آج غزہ کے مسلمانوں پر پھر حملے کا خطرہ ہے جو ٹرمپ کے بیان کے بعد سامنے آیا ہے۔ دنیا میں اب مسائل کو طاقت سے حل کی طرف بڑھ رہی ہے۔

غزہ کی نسل کشی کوئی نہیں روک سکا بلکہ اس میں اسرائیل کی مدد کی گئی ۔ اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل کا کوئی نظام نہیں ہے۔ فلسطینیوں کو مسلم ممالک کے حکمرانوں نے بھی اکیلا چھوڑ دیا ہے جبکہ عوام فلسطینیوں کے ساتھ ہیں۔ غزہ میں امن عالمی مسئلہ ہے دنیا کی ذمہ داری ہے کہ امن کے لیے کام کرے۔ فلسطین رہنما وصدر اسلامک ورلڈ یوتھ فورم ڈاکٹر اشرف عواد نے بھی خطاب کیا۔

رہائی کے باوجود پابندیوں کا سامنا

احلام التمیمی: قسامی مزاحمت کی پہلی مجاہدہ اور امریکہ کی مطلوب ترین شخصیت

2011 میں ''وفاء الاحرار'' معاہدے کے تحت رہائی پانے کے باوجود، احلام التمیمی اب بھی پابندیوں کا سامنا کر رہی ہیں۔ وہ فلسطینی مزاحمتی تحریک کی نمایاں شخصیت اور خواتین اسیرات کی قائد سمجھی جاتی ہیں۔ وہ شہید عزالدین القسام بریگیڈ کی پہلی خاتون رکن تھیں، جنہیں 2001 میں ایک فدائی حملے میں شرکت کے بعد گرفتار کیا گیا تھا۔ ان پر 16 بار عمر قید کی سزا سنائی گئی، لیکن 2011 میں قیدیوں کے تبادلے کے معاہدے میں انہیں رہا کیا گیا۔ تاہم امریکہ اب بھی ان کی حوالگی کا مطالبہ کر رہا ہے اور اردن پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ وہ انہیں امریکہ کے حوالے کرے۔

پیدائش اور ابتدائی زندگی:

احلام عارف التمیمی 20 اکتوبر 1980 کو اردن کے شہر زرقا میں پیدا ہوئیں۔ ان کا خاندان فلسطینی تھا اور ان کی جڑیں رام اللہ کے ایک گاؤں سے وابستہ تھیں۔ زیادہ تر اہل خانہ کے پاس فلسطینی شناختی کارڈ نہیں تھا، اور وہ اردنی پاسپورٹ رکھتے تھے۔ 1990 کی دہائی میں خصوصی اجازت نامے کے تحت احلام اور ان کے اہل خانہ اردن سے رام اللہ کے گاؤں النبی صالح منتقل ہو گئے۔

تعلیم اور پیشہ ورانہ زندگی:

احلام التمیمی نے فلسطین کی معروف جامعہ، ''بیرزیت یونیورسٹی'' سے صحافت اور سیاسیات کی تعلیم حاصل کی۔ بعد میں، انہوں نے فلسطین کے مختلف اخبارات اور نیوز چینلز میں بطور صحافی کام کیا، جہاں وہ فلسطینی جدوجہد سے متعلق اہم خبروں کی رپورٹنگ اور تجزیہ کیا کرتی تھیں۔

جہاد اور مزاحمت:

احلام نے اپنی مزاحمتی سرگرمیوں کا آغاز 2000 میں انتفاضہ الاقصیٰ کے دوران کیا، اور وہ القسام بریگیڈ میں شامل ہونے والی پہلی خاتون بنیں۔ انہوں نے مزاحمت کے منصوبوں میں براہ راست شرکت کی، اور ان کے صحافتی کام اور انگریزی زبان پر مہارت کی وجہ سے وہ بآسانی قابض علاقوں میں داخل ہو سکتی تھیں۔ وہ اسرائیلی مقبوضہ علاقوں میں ایک صحافی کے طور پر موجودگی کا بہانہ بنا کر معلومات اکٹھا کرتی تھیں۔

احلام کے مطابق، انہوں نے مزاحمت کا راستہ اس لیے اختیار کیا کیونکہ وہ اسے آزادی کا واحد ذریعہ سمجھتی تھیں۔ تاہم، وہ خودکش حملہ آور نہیں بنیں کیونکہ ان کے بقول، ''ایک شہید کے اندر کچھ مخصوص صفات ہوتی ہیں جو میرے اندر نہیں تھیں۔''

27 جولائی 2001 کو، انہوں نے القدس (مغربی یروشلم) میں مقامات کا انتخاب کرنے کا کام شروع کیا جہاں جوابی کارروائی کی جا سکتی تھی۔ اس منصوبے کی قیادت عبداللہ البرغوثی کر رہے تھے، جو اسرائیلی کارروائیوں کے جواب میں فدائی حملے کرنا چاہتے تھے۔

9 اگست 2001 کو، احلام التمیمی نے القسام بریگیڈ کے فدائی عزالدین المصری کو یروشلم کے ایک مشہور ریستوران ''سبارو'' لے جانے کا انتظام کیا، جہاں انہوں نے خود کو دھماکے سے اڑا لیا۔ اس کارروائی میں 15 اسرائیلی ہلاک اور 120 سے زائد زخمی ہوئے، جن میں دو امریکی شہری بھی شامل تھے۔

گرفتاری اور سخت قید کی سزا:

14 ستمبر 2001 کو، اسرائیلی قابض فوج نے انہیں اس وقت گرفتار کیا جب وہ اپنی والدہ کے انتقال کے بعد تعزیت کے ایام گزار رہی تھیں۔ انہیں اسرائیلی عدالت نے 16 بار عمر قید کی سزا سنائی، جس کا مجموعی دورانیہ 1,584 سال تھا۔ احلام کو قید کے دوران سخت تفتیش، انفرادی قید، اور بدترین حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے اسرائیلی جیل میں ایک خاتون پولیس اہلکار کو مارنے کی پاداش میں مزید 6 ماہ کی سزا بھی کاٹی۔

وفاء الاحرار معاہدہ اور رہائی:

2011 میں، احلام التمیمی ''وفاء الاحرار'' معاہدے کے تحت رہا ہوئیں، جو حماس اور اسرائیل کے درمیان قیدیوں کے تبادلے کا معاہدہ تھا۔ اس معاہدے کے تحت، اسرائیلی فوجی گیلاد شالیط کی رہائی کے بدلے میں 1000 سے زائد فلسطینی قیدیوں کو آزاد کیا گیا۔ احلام کو اردن بھیج دیا گیا، جبکہ ان کے منگیتر نزار التمیمی، جو 1993 سے جیل میں تھے، بھی رہا ہوئے اور بعد میں ان سے شادی کر لی۔

امریکی دباؤ اور حوالگی کا مطالبہ:

14 مارچ 2017 کو، امریکی محکمہ انصاف نے اردن سے مطالبہ کیا کہ وہ احلام التمیمی کو امریکہ کے حوالے کرے، کیونکہ وہ ایف بی آئی کی ''سب سے زیادہ مطلوب دہشت گردوں'' کی فہرست میں شامل ہو چکی تھیں۔ امریکہ نے ان پر ''امریکی شہریوں کے خلاف تباہ کن ہتھیار استعمال کرنے کی سازش'' کا الزام عائد کیا اور ان کی حوالگی کا مطالبہ کیا۔ تاہم، اردنی قانون اپنے شہریوں کو کسی دوسرے ملک کے حوالے کرنے کی اجازت نہیں دیتا، اور اردن کی اعلیٰ عدالت نے ان کی حوالگی کے امریکی مطالبے کو مسترد کر دیا۔

2020 میں، ٹرمپ انتظامیہ نے اردن پر معاشی دباؤ ڈالنے کا منصوبہ بنایا تا کہ اسے احلام التمیمی کو امریکہ کے حوالے کرنے پر مجبور کیا جا سکے۔

احلام التمیمی کو اردن سے بے دخل کرنے کا امکان:

حالیہ اطلاعات کے مطابق، اردنی حکومت نے حماس کو مطلع کیا ہے کہ احلام التمیمی کو اردن سے نکالا جا سکتا ہے۔ ذرائع کے مطابق، عمان نے باضابطہ طور پر دوحہ میں حماس قیادت کو آگاہ کیا کہ وہ یا تو احلام کے لیے کسی اور ملک میں پناہ کا انتظام کرے یا پھر اردن انہیں امریکہ کے حوالے کر دے گا۔ تاہم، اردنی وزیر خارجہ نے ان خبروں کو ''غلط معلومات'' قرار دیا ہے۔

احلام التمیمی آج بھی فلسطینی جدوجہد میں ایک علامتی شخصیت کے طور پر جانی جاتی ہیں، جو اپنی استقامت اور قربانی کے باعث لاکھوں فلسطینیوں اور مزاحمت کاروں کے لیے مشعل راہ بنی ہوئی ہیں۔

قابض صہیونی ریاست ہر معاہدے پر عمل درآمد کی پابند ہے

کتائب القسام کے عسکری ترجمان ''ابوعبیدہ'' کا دوٹوک پیغام

ہم تمام مسلمانوں کو ماہِ رمضان المبارک کی آمد پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ یہ فتوحات کا مہینہ ہے، خصوصاً اہلِ فلسطین اور اہلِ غزہ کے لیے۔

ہم دنیا بھر کے دوارب مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ آپ کے دینی بھائیوں نے اپنے روزے کو پاکیزہ خون کی قربانی سے مزین کر دیا ہے۔

امتِ اسلام کبھی سربلند نہیں ہوسکتی اور نہ ہی اقوامِ عالم میں اس کا کوئی مقام بحال ہوسکتا ہے جب تک کہ اس مقدس سرزمین کو قابضین کی نجاست سے پاک نہ کر دیا جائے۔ ہم امتِ مسلمہ کو یاد دلاتے ہیں کہ آپ کی نظروں کے سامنے یہ عرب مسلمان قوم نسل کشی، بھوک اور جبری ہجرت کا سامنا کر رہی ہے۔

آج ہم امتِ مسلمہ سے سوال کرتے ہیں: آپ اپنی عزت و وقار کے دفاع کے لیے کیا کر رہے ہیں، اس سے پہلے کہ ظالموں کا ہاتھ آپ کے اپنے گھروں تک پہنچ جائے؟

جنگ بندی اور قیدیوں کے تبادلے پر صہیونی ہٹ دھرمی:

مزاحمت نے عالمی برادری اور ثالثوں کے سامنے جنگ بندی اور قیدیوں کے تبادلے کے معاہدے کی تمام شقوں کی پاسداری کی ہے۔ دشمن کی مسلسل چالاکیوں کے باوجود، ہم نے اپنے عوام کے خون کے تحفظ اور دشمن کو بہانے تراشنے سے روکنے کے لیے معاہدے پر کاربند رہنے کو ترجیح دی ہے۔ ہم نے اس معاہدے پر عمل کیا کیونکہ یہ برادر ثالثوں کے ساتھ کیے گئے وعدوں کا احترام تھا۔ دشمن نے اپنی بہت سی ذمہ داریوں سے انحراف کیا، حالانکہ یہ ہمارے عوام کے بنیادی حقوق ہیں۔ صہیونی دشمن نے غنڈہ گردی، تاخیری حربے، اور جارحیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ جرم اور سفاکیت کی ذہنیت قابض کے دماغ میں رچی بسی ہے، چاہے وہ غزہ ہو، لبنان، شام یا پورا خطہ۔ صہیونی حکومت کا سربراہ اپنی جماعتی سیاست کو اپنے قیدیوں کی زندگی پر ترجیح دینے کے لیے معاہدے سے راہِ فرار اختیار کر رہا ہے۔ دشمن کی قیادت اب بھی معاہدے سے نکلنے کی کوشش کر رہی ہے تاکہ امریکی پشت پناہی حاصل کر کے ہمارے عوام پر جارحیت جاری رکھ سکے۔

قابض دشمن کی چالاکیاں اور قیدیوں کا مسئلہ:

دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ قابض دشمن نے ہمارے قیدیوں پر کیا ظلم ڈھایا اور وہ اب بھی اپنی مجرمانہ بدسلوکی کی ہولناک داستانیں سنا رہے ہیں۔ دنیا نے یہ بھی دیکھا کہ دشمن کے قیدیوں کی صحت اچھی رہی، حالانکہ جنگ کے وحشیانہ حالات میں ان کی زندگی بچانا ہمارے لیے انتہائی مشکل تھا۔ مزاحمت نے دینِ اسلام کی تعلیمات کے مطابق دشمن کے قیدیوں سے حسنِ سلوک کیا، اور دنیا اس کی گواہ ہے۔ دشمن جو کچھ جنگ کے ذریعے حاصل نہیں کر سکا، وہ دھمکیوں اور چالاکیوں سے بھی نہیں حاصل کر سکے گا۔ سب سے مختصر اور واضح راستہ یہی ہے کہ قابض کو اس معاہدے پر عمل درآمد کے لیے مجبور کیا جائے جس پر اس نے خود دستخط کیے ہیں۔ دشمن کی جنگی دھمکیاں صرف اس کی مزید ناکامی کا سبب بنیں گی اور ان سے اپنے قیدیوں کی رہائی ممکن نہیں ہوسکے گی۔ ہم قابض فوج کے قیدیوں کے اہلِ خانہ کو خبردار کرتے ہیں کہ اب تک ہمارے پاس ان کے زندہ قیدیوں کا ثبوتِ حیات موجود ہے۔ قابض ریاست ہی اپنے قیدیوں کی ہلاکت اور تکالیف کی ذمہ دار ہے، کیوں کہ وہ معاہدوں سے پیچھے ہٹ رہی ہے۔ ہم ہر ممکنہ صورتحال کے لیے مکمل تیاری کی حالت میں ہیں۔ اگر دشمن نے ہمارے عوام پر جارحیت میں اضافہ کیا تو اس کے نتیجے میں اس کے مزید قیدی مارے جائیں گے۔

دشمن کی کمزوری، مزاحمت کی تیاری اور امت کی یکجہتی:

مزاحمت کے پاس دشمن کو تکلیف پہنچانے کے لیے وہ سب کچھ موجود ہے جو کسی بھی آئندہ معرکے میں اس کے لیے بھاری ثابت ہوگا۔ دشمن کی دھمکیاں اس کی کمزوری اور ذلت کے احساس کی علامت ہیں۔ دشمن کی جنگ کی دھمکیاں ہمیں صرف اس کی باقی ماندہ ساکھ کو مزید توڑنے پر مجبور کریں گی۔ ہم اپنے یمنی بھائیوں کو سلام پیش کرتے ہیں جنہوں نے دشمن کے خلاف حمایت اور مکمل تیاری کے اپنے فیصلے کو برقرار رکھنے کا اعلان کیا ہے۔ مغربی حکومتوں کی اندھی آنکھیں انصاف کا فرق نہیں دیکھتیں، وہ صرف دشمن کے چند درجن قیدیوں پر آنسو بہاتی ہیں لیکن ہمارے قیدیوں کی سلامتی کو کوئی اہمیت نہیں دیتیں۔ ہم تمام انصاف پسند افراد اور انسانی حقوق کے علمبرداروں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ فلسطینی قیدیوں کے خلاف ہونے والے اس جرم کو بے نقاب کریں۔

تعارف: ضیاء چترالی

”وحدة الظل“۔ جانبازوں کا سب سے خفیہ یونٹ

”وحدة الظل“ کا نام اردو میڈیا میں پہلی بار سننے میں آیا ہے۔ بی بی سی نے اپنی طرف سے اس کا الٹا سیدھا تعارف کرایا ہے۔ آیئے اس خفیہ یونٹ کے بارے میں مکمل اور بالکل درست معلومات آپ سے شیئر کرتے ہیں:

اس خفیہ یونٹ کو القسام نے انتہائی حساس مشنز کے لیے قائم کیا ہے اور اس کا مقصد غزہ میں اسرائیلی قیدیوں کی حفاظت کرنا اور انہیں ”نامعلوم جگہ“ میں رکھنا ہے، تاکہ اسرائیل کے ساتھ قیدیوں کے تبادلے کی کامیاب ڈیل ممکن بنائی جاسکے۔ اس یونٹ کی نگرانی کی ذمہ داری براہ راست کمانڈر اعلیٰ کے سپرد ہوتی ہے اور اس یونٹ کے وجود کا انکشاف پہلی بار 2016 میں اس کے قیام کے 10 سال بعد ہوا، جب اس نے اسرائیلی فوجی گیلاد شالیط کے تحفظ کی ذمہ داری سنبھالی تھی جو کہ قیدیوں کے ایک کامیاب تبادلے کے معاہدے کے نتیجے میں رہا ہوا۔ اس کے بعد سے اس یونٹ کے بارے میں کوئی معلومات دستیاب نہیں تھیں، حتیٰ کہ جولائی 2022ء کے آخر میں القسام ترجمان نے اعلان کیا کہ ”وحدة الظل“ کا ایک رکن شہید ہوگیا اور 3 دیگر زخمی ہوگئے ہیں، جب اسرائیل نے 2021 میں غزہ پر حملہ کرتے ہوئے ایک اسرائیلی قیدی کو رکھنے والی جگہ کو نشانہ بنایا تھا۔

”وحدة الظل“ کا قیام اس وقت عمل میں لایا گیا جب القسام نے ”لجان المقاومة الشعبية“ اور ”جیش ال اسلام“ کے ساتھ مل کر جون 2006ء میں گیلاد شالیط کو حراست میں لے لیا۔ اس کے بعد ”وحدة الظل“ کو اسیر فوجی کی حفاظت کی ذمہ داری دی گئی اور یہ یونٹ القسام کے ذمہ داری کی سب سے اہم خفیہ فوجی یونٹس میں سے ایک بن گئی۔ اب اسے ”خصوصی مشن یونٹ“ کے طور پر جانا جاتا ہے، 2016 کے آغاز تک یہ مکمل طور پر خفیہ رہی، اس وقت اس کا انکشاف ایک مختصر ویڈیو کے ذریعے کیا گیا، جو حماس کے غزہ میں قائم ”قناة الأقصى“ ٹی وی چینل پر نشر ہوئی۔

اہم مراحل:

اس یونٹ نے اسرائیلی فوجی گیلاد شالیط کو موساد اور اس کے ایجنٹوں کی نظروں سے تقریباً پانچ سال تک چھپائے رکھا، یہاں تک کہ مزاحمت نے اسرائیل کو ”وفاء الأحرار“ کے معاہدے کو تسلیم کرنے پر مجبور کردیا، جسے عوامی طور پر ”شالیط معاہدہ“ کہا جاتا ہے۔ اس معاہدے کے نتیجے میں 1050 فلسطینی قیدیوں کو اسرائیلی جیلوں

سے آزاد کیا گیا۔ اس کے بعد، یونٹ کو 2014 سے چار اسرائیلی قیدیوں کو حراست میں رکھنے کی ذمہ داری دی گئی، جن میں دو فوجی شامل ہیں، جنہیں القسام نے 2014 کی تیسری اسرائیلی جنگ کے دوران غزہ میں قید کیا تھا، جسے مزاحمت ''معركة العصف المأكول'' کہتی ہے۔ ان کے علاوہ دو دیگر اسرائیلی شہری غزہ میں پراسرار حالات میں داخل ہوئے اور گرفتار ہو گئے۔

القسام کے لیے قیدیوں کا معاملہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ ''وحدة الظل'' کو دراصل فلسطینی قیدیوں کی آزادی کے لیے عملی اقدامات کے طور پر قائم کیا گیا تھا اور یہ یونٹ اس وقت تک اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکے گا جب تک کہ ''اسرائیلی جیلوں سے تمام قیدیوں کو آزاد نہیں کرا لیا جاتا۔'' القسام نے اعلان کیا ہے کہ یونٹ اس بات پر کاربند ہے کہ ''دشمن کے قیدیوں کے ساتھ عزت واحترام کا سلوک کرنا ہے، جیسا کہ اسلام کا حکم ہے اور انہیں مکمل دیکھ بھال فراہم کرنا ہے، ساتھ ہی دشمن کے ہاتھوں مجاہدین کے قیدیوں کے ساتھ سلوک کو مدنظر رکھنا بھی ضروری ہے۔''

7 اکتوبر 2023 کو مزاحمت کی جانب سے اسرائیل پر ''طوفان اقصیٰ'' کے حملے کے بعد، اس یونٹ کو 200 سے 250 اسرائیلی قیدیوں کی حفاظت اور ان کی دیکھ بھال کا فریضہ تفویض کیا گیا۔ اسرائیلی قیدی یوخباد لیفشیتز، جو انسانی بنیادوں پر 15 دن قید رہنے کے بعد رہا ہوئی، نے کہا کہ اس اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا گیا اور وہاں ایک نرس موجود تھی، جو زخمیوں کا علاج کرتی تھی اور ایک ڈاکٹر ہر دو دن بعد قیدیوں کا معائنہ کرنے آتا تھا۔ اس کے علاوہ، اس نے بتایا کہ خواتین قیدیوں کی دیکھ بھال کے لیے مخصوص خواتین تھیں، کیونکہ وہ ان کی ضروریات کو بہتر سمجھتی تھیں اور یونٹ نے قیدیوں کی صفائی اور صحت کا بہت خیال رکھا۔

ارکان کے انتخاب کے معیارات:

مزاحمت کا کہنا ہے کہ ''وحدة الظل'' کے ارکان کو منتخب کرنے کا عمل القسام کی تمام بریگیڈز اور جنگی دستوں کے ذریعے بڑی احتیاط سے کیا جاتا ہے اور اس کے لیے مخصوص معیارات ہیں، جنہیں ''سنہری توازن'' کا نام دیا جاتا ہے۔ اعلیٰ اخلاقی معیار کے ان ارکان کو مختلف امتحانات سے گزارا جاتا ہے، جن میں براہ راست اور بالواسطہ دونوں قسم کے ٹیسٹ شامل ہیں اور انہیں اپنی سیکورٹی اور فوجی صلاحیتوں کو بڑھانے کے لیے خصوصی تربیت دی جاتی ہے۔

یہ معیارات اور خصوصیات درج ذیل ہیں:

1. فلسطینی مسئلے اور مزاحمتی منصوبے کے لیے گہری وابستگی۔
2. قربانی اور ایثار کی شدید خواہش۔
3. ہنگامی حالات اور بحرانوں میں بہترین فیصلے کرنے کی صلاحیت اور ذہانت۔
4. خطرات کو محسوس کرنے کی اعلیٰ صلاحیت۔
5. ایک خفیہ، راز دار شخصیت کا حامل اور ہر بات میں مکمل محتاط۔
6. انفرادیت کی حامل سیکورٹی اور فوجی صلاحیتیں۔

شہداء:

جانبازوں کے 5 مشہور شہیدوں نے اس یونٹ میں کام کیا ہے اور انہیں 2008 سے اسرائیلی حملوں میں شہادت نصیب ہوئی۔ ان کے کاموں کے بارے میں کسی کو بھی

اس وقت تک علم نہیں تھا جب تک کہ القسام نے ان کا انکشاف نہیں کیا اور کہا کہ وہ ''شالیط کو چھپانے اور پانچ سال تک اس کی حراست کے آپریشن میں گہری وابستگی رکھتے تھے۔ القسام نے کہا کہ اندھیرے پردے کے پیچھے ان کا جہاد تھا اور لوگوں کے درمیان وہ اپنی معمول کی زندگی گزارتے تھے، آپ کو ایسا نہیں لگتا تھا کہ وہ کوئی راز چھپائے ہوئے ہیں۔ وہ وہ لوگ تھے جنہوں نے مسلسل صہیونی سیکورٹی ایجنسیوں کو شکست دی، جو اپنے قیدی (شالیط) کو تلاش کرنے میں ناکام ہو گئی تھیں...وہ ''وحدة الظل'' کے ہیرو تھے اور وہ میدانی قائدین تھے:

سامی الحمایدة:

سامی الحمایدہ 18 جنوری 1975 کو ایک پناہ گزین خاندان میں پیدا ہوئے، جن کا خاندانی تعلق فلسطین کے شہر رملہ سے تھا۔ ان کا خاندان رفح کے پناہ گزین کیمپ میں مقیم تھا، جو جنوبی غزہ میں واقع ہے۔ ''وحدة الظل'' میں ان کی رکنیت کے ساتھ ساتھ وہ ''وحدہ مكافحة الإرهاب'' میں بھی شامل تھے، جو سرنگوں کی کھدائی میں مہارت رکھتی تھی۔ وہ 2008 میں ایک اسرائیلی جنگی طیارے کے فضائی حملے میں شہید ہو گئے۔

عبداللہ لبد:

عبداللہ لبد 1968 میں غزہ کے مغربی علاقے میں واقع الشاطئ پناہ گزین کیمپ میں پیدا ہوئے، جہاں ان کے والدین کو 1948 کی نکبہ کے دوران شہر المجدل سے جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ وہ 2000ء میں انتفاضہ الاقصیٰ کے آغاز پر القسام میں شامل ہوئے اور ان کا کردار خاص طور پر اسلحہ سازی کے شعبے میں نمایاں رہا۔ وہ اپنے بھائی اسماعیل اور شہید محمد الدیہ کے ساتھ 2011 میں اسرائیلی فضائی حملے میں شہید ہوئے۔

خالد ابوبکرة:

خالد ابوبکرہ جنوبی غزہ کے شہر خان یونس میں مقیم تھے اور ان کے خاندان کی جڑیں مقبوضہ شہر بیر السبع سے جڑی ہوئی ہیں۔ وہ دھماکہ خیز مواد کی تخلیق اور سرنگوں کی کھدائی میں ماہر تھے۔ یکم نومبر 2013 کی رات کو ایک سرنگ میں محمد رشید داود اور محمد عصام القصاص کے ساتھ ایک اسرائیلی فوجی یونٹ کے ساتھ ہونے والی جھڑپ کے دوران شہید ہو گئے۔ اس آپریشن کو القسام نے ''بوابة المجهول'' کا نام دیا تھا۔

محمد رشید داؤد:

محمد رشید داؤد 1987ء میں خان یونس کے ''حی الأمل'' علاقے میں پیدا ہوئے اور القسام کے ''یونٹ آف آرٹلری'' میں سرگرم رہے۔ وہ بھی ''بوابة المجهول'' آپریشن میں شہید ہوئے۔

عبدالرحمن المباشر:

عبدالرحمن المباشر خان یونس کے پناہ گزین کیمپ میں پیدا ہوئے اور 2015 میں مزاحمت کے ایک سرنگ کے منہدم ہونے کے نتیجے میں شہید ہو گئے۔

القسام نے ''وحدة الظل'' کے آخری شہید کا نام ''سیکورٹی وجوہات'' کی بنا پر ظاہر نہ کرنے کا فیصلہ کیا، صرف یہ بتایا کہ وہ مئی 2021 میں غزہ پر اسرائیلی حملے کے دوران شہید ہوئے۔

اس یونٹ کو داد دیجئے کہ اسرائیل، امریکا اور برطانیہ سمیت تمام دجالی قوتوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، مگر ان کے چھپائے ہوئے قیدیوں کا سراغ نہ لگا سکے۔

غزہ تعمیرِ نو: عرب منصوبہ یا عرب ٹرمپ پلان؟

تجزیہ: مرزا محمد الیاس

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

غزہ کی سڑکوں کا یہ ایمان افروز منظر ساری دنیا نے دیکھا۔ یقیناً یہ منظر ڈونلڈ ٹرمپ، اس کے داماد جیریڈ کشنر، بنجمن نیتن یاہو اور جنرل عبدالفتح السیسی، شہزادہ محمد بن سلمان اور شاہ عبداللہ دوم آف اردن نے بھی دیکھا ہوگا۔ کچھ شرمندہ اور کچھ ڈھیٹ نظر آئے ہوں گے۔

ہزاروں لاکھوں فلسطینی غزہ کی سڑکوں پر مارچ کرتے جا رہے ہیں۔ انسٹا گرام نے یہ مناظر اپنے پلیٹ فارم پر پیش کیے ہیں۔ انہوں نے اپنے بچوں کو شانوں، سروں اور کندھوں پر اٹھا رکھا ہے۔ چمکتی دمکتی آنکھوں میں پُرعزم مستقبل جھلک رہا ہے۔ یہ 50 ہزار سے زیادہ شہیدوں کے وارث ہیں۔ بہت سے سارے کے سارے خاندان شہید ہو چکے ہیں، کسی کا بھائی اور بیٹا، کسی کا چچا اور تایا، کسی کا ماموں اور پھوپھا، کسی کا بھانجا اور بھتیجا، غرض یہ کہ ہر تعلق شہید ہوا ہے، ہر رشتہ قربان ہوا ہے۔

خواتین کا عالم بھی یہی ہے۔ دورانِ جنگ فلسطینی خواتین کا ایک گروہ غزہ کی سڑکوں پر رواں دواں تھا۔ کسی ماں اور بہن، کسی کی بیٹی اور شیر خوار بچی، کسی کی چچی اور تائی، کسی کی نانی اور دادی، اس کے باوجود اس گروہِ نسواں کی ایک ہی صدا تھی، جنگ جاری تھی۔۔ ''میرے رسولؐ، میں اور میری ماں قربان، میرے محبوبؐ، ہم سب قربان۔''

بچوں نے دورانِ جنگ پکارا تھا، حسبی اللہ، حسبی اللہ۔ اب ڈونلڈ ٹرمپ اور بنجمن نیتن یاہو واشنگٹن سے کہہ رہے تھے:

''ہم غزہ کو مشرقِ وسطیٰ کا ریویریا بنائیں گے۔''

کتنا تضاد ہے، ان کی خواہشات میں اور ان کے اعمال میں۔۔۔ جب عقدہ کھلا تو پہلا اعلان ہوا۔ ''ہم امریکی فوج نہیں بھیجیں گے۔'' پھر دوسرا اعلان ہوا۔۔۔ ''ہم غزہ پر عملی قبضہ نہیں کریں گے۔'' شاہ عبداللہ دوم واشنگٹن یاترا پر گئے تو کہا۔۔۔ ''غزہ ہمارا ہے، ہم بنائیں گے۔'' پھر اعلان کیا کہ دیکھیں گے، عربوں کا منصوبہ کیا ہے؟ عربوں نے دیکھا کہ اربوں کھربوں ڈالر لاگت اٹھے گی تو ٹرمپ کو 600 ارب ڈالر کا چارہ پیش کر دیا۔ کچھ نہ کچھ واپس تو آئے گا، غزہ سے تو کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا۔

جب 2011ء میں مراکش سے تبدیلی کی لہر اٹھی تو اسے 'عرب بہار' کا ناپختہ عنوان دے کر عرب حکومتوں کو خوفزدہ

کردیا کہ اب خیر نہیں ہے۔ کہیں ابتداء میں، کہیں درمیان میں اور کہیں انتہا پر اس ''ناپختہ بہار'' کو روک دیا گیا، کہیں ٹوک دیا گیا، کہیں کچل دیا گیا۔

جب غزہ میں یہ لہر طوفان بلاخیز اٹھی تو شہزادے بھی بے چین ہوئے، سلطان بھی پریشان ہوئے، یمن و شام ہلا مارے گئے، غزہ روکنے کے لیے بے مزہ ہوئے اور ایسے ہوئے کہ پھر شہزادوں نے تل ابیب کے دورے کیے اور ان کے تجارتی جائزہ وفود خفیہ دوروں پر دوحہ سے لے کر اسلام آباد تک سرگرم ہوئے۔

پھر 2017ء میں غزہ کی ناکہ بندی مزید سخت ہوئی۔ مصر نے رفاہ کو بند کردیا۔ دونوں اطراف سفر کا ذریعہ بننے والی سرنگوں میں مصر نے پانی چھوڑ دیا تاکہ لوگ غزہ اور مصر کے درمیان آمدورفت سے محروم کردیے جائیں۔ اسرائیل کے غزہ پر حملے تیز ہوئے۔ بیت المقدس پر بھی ناکہ بندیوں نے ڈیرے ڈال لیے اور پھر اکتوبر 2023ء میں طوفان الاقصیٰ کا مرحلہ آیا۔ سولہ ماہ کی جنگ ہوئی، عرب ایک طرف ہوگئے، عالم اسلام دم سادھے دوسری طرف اور درمیان میں اہل غزہ بموں، ٹینکوں، میزائیلوں اور جنگی طیاروں کے حوالے کردیا گیا۔ کوئی عرب بولا اور نہ عجم نے ہی لب کشائی کی۔ پتھر کا زمانہ جدید تہذیب کا تازیانہ بنا۔ اور۔۔۔ اور آج سوال ہے کہ تعمیر نو۔۔۔؟

کیا بنے گا تعمیر نو کا؟

آج سے چند ماہ ماضی کا منظر ہے۔ رائٹرز کی رپورٹ حاتم خالد نے غزہ سے لکھی ہے۔ یہ 4 ستمبر کا حال احوال ہے۔۔۔ جنوبی غزہ میں خان یونس کے ایک علاقے میں بہت سے گھر اسرائیلی جارحیت سے ملبے میں تبدیل ہوئے ہیں۔ کچھ لوگ، جن میں بچے بھی شامل ہیں، ہاتھوں سے ملبہ ہٹا رہے ہیں۔ یہ نئی تہذیب کے شاہکار ہیں۔ پھر 4 فروری ہے، لوگ ملبہ ہٹا رہے ہیں۔ ٹرمپ اعلان کررہے ہیں۔۔۔ غزہ بہت جلد مشرق وسطیٰ کا ریویریا بنے گا۔ امریکہ مالک ہوگا۔ ہر فلسطینی یہاں سے ہمیشہ کے لیے نکال دیا جائے گا۔ انہیں مصر اور اردن بھیج دیا جائے گا۔

دیکھیں: ٹرمپ کے ریویریا کا منظر کیا ہے؟:

۔۔۔ ساحل سمندر پر غزہ کی تعمیر نو پر اربوں کھربوں ڈالر لاگت آئے گی۔ یہ پچاس ہزار انسانوں کے قبرستان پر جدید دنیا کے خیالی پلاؤ کا مرکز ہوگا جو غالباً ٹرمپ کے خیال میں نئی طرز کا دبئی یا ہانگ کانگ ہوگا۔

۔۔۔ غزہ میں ملبے کا وزن ابتدائی تخمینوں کے مطابق 50 ملین یعنی 5 کروڑ ٹن ہوگا۔ یہ اسرائیل کی جارحیت کی یادگار رہے گا۔ ساحل سمندر پر اس ملبے سے ہزاروں برج خلیفہ یا پیرس کے اتنے ہی مجسمہ ہائے آزادی تعمیر ہوسکیں گے۔ جرمنی نے افغان جنگ میں انسانی کھوپڑیوں کے مینار بنائے تھے۔ اب جرمنوں اور افغانوں کا مستقبل اسی سے ہی وابستہ ہے۔ غزہ کے ساحل پر برج خلیفہ اور مجسمہ آزادی کے مینار بھی قدیم و جدید کے امتزاج کی کہانیاں سناتے رہیں گے۔ بتایا گیا ہے کہ 21 سال میں ملبہ جمع ہوگا اور اس پر ایک ارب 20 کروڑ ڈالر خرچ اٹھے گا۔

۔۔۔ بتایا گیا ہے کہ اس ملبے میں ایسبسٹاس (Asbestos) کی بو رچی بسی ہے۔ انسانی فضلے کی

مقدار بے انداز ہے۔ اسی ملبے میں ابھی 10 ہزار انسانوں کے جسم دفن ہیں جو اس صدی کے نصف اول تک برآمد ہوتے رہیں گے۔

۔۔۔ غزہ کی تباہ حال عمارتوں کو جزوی تعمیر نو کے مرحلے سے گزرتے گزرتے 2040ء کا سال آجائے گا۔ اسرائیل انہیں تباہ کرتا رہا اور عرب اسے تباہ ہوتا دیکھتے رہے تو نئی صدی بھی تعمیر نو کے لیے کم پڑ جائے گی۔ ڈونلڈ ٹرمپ کو ہزار بار جنم لینا پڑے گا۔

بتایا جارہا ہے کہ جنگ سے پہلے غزہ میں ایک لاکھ 70 ہزار عمارتیں تھیں۔ ان میں لوگوں کے گھر شامل نہیں ہیں۔ گھروں کی تعداد اندازے اور مردم شماری ریکارڈ کے مطابق 245,123 تھی۔ یہ سب مل کر 69 فیصد صہیونیت نے تباہ کردیے ہیں۔ اس وہ 18 لاکھ سے زیادہ شہری بے گھر ہیں۔ یہ لوگ ہنگامی بنیادوں پر تیار کیے گئے خیمہ نما گھروں یا پناہ گاہوں میں موجود ہیں۔

۔۔۔ غزہ میں سارے انسانی بود و باش کے ڈھانچے کی تباہی نے 18 ارب 50 کروڑ ڈالر کا نقصان کیا ہے۔ یہ صرف غزہ کا نقصان ہے اور اس کا بہت غالب حصہ جو بائیڈن کے امریکہ نے تباہ کیا ہے۔

سابق صدور کے امریکہ نے عراق، شام، یمن، کویت، افغانستان وغیرہ میں جس قدر تعداد میں انسان مارے ہیں، اس کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں لگایا جاسکتا۔

یہ بھی یاد رہے کہ اب صحت، تعلیم، بنیادی ڈھانچے، بنیادی سروسز پر کام کرنے کی عالمی بنک، عالمی مالیاتی فنڈ اور اقوام متحدہ کے اداروں کی باری ہے۔ گویا انسانی زندگی کے ملبے سے اب یہ ادارے اربوں کھربوں ڈالر حاصل کریں گے۔ یہ ہمارے عرب مہربانوں کی جیب خاص مختلف حیلے بہانوں سے ادا کرے گی۔

۔۔۔ غزہ کی نصف سے زیادہ زرعی زمین تباہ کردی گئی۔ سوچنے کی بات ہے کہ زرعی میدانوں، فضلات، فارموں پر بمباری سے سوائے دھول اڑانے کا کیا فائدہ تھا۔ جی ہاں، مستقبل کی زرعی معیشت تباہ کردی گئی۔ اس کے ساتھ 68 فیصد سڑکیں تباہ کردی گئیں یا قصداً اکھاڑ دی گئیں۔ زرعی تباہی نے آبادی کے لیے بھوک کا عنصر عفریت بنادیا ہے۔

۔۔۔ غزہ باغات، زیتون کی پیداوار، غذائی فصلات، نقد آور فارم ہاؤسز کا مرکز تھا۔ یہ سب مسلسل بمباری سے نصف سے زیادہ تباہ کردیے گئے۔

۔۔۔ اقوام متحدہ کے اداروں کی رپورٹیں بتارہی ہیں کہ 15 ہزار مال مویشی مارے گئے۔ 95 فیصد لائیو سٹاک تباہ کردی گئی یا ذبح کردی گئی۔

۔۔۔ غزہ میں حکومتی ڈھانچہ، تعلیمی ادارے، ہسپتال اور صحت عامہ کے چھوٹے مراکز پانی و بجلی کی تنصیبات سمیت دیگر مراکز بڑی توجہ سے تباہ کیے گئے۔ سرکاری تنصیبات کے 200 مراکز، 186 سکول اور یونیورسٹیاں، 823 مساجد اور تین چرچ تباہ کیے گئے۔ ان ڈھانچوں سے اذان آج بھی بلند ہورہی ہے۔ ہسپتالوں میں 36 میں سے 17 تباہ کردیے گئے۔ اقوام متحدہ کے تمام ادارے تباہ کردیے گئے۔

۔۔۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کے بحرانی مشاہدات کی 90 فیصد عمارتیں تباہ کردی گئیں۔ مئی 2024ء تک اس نوعیت کی 3500 چھوٹی بڑی عمارتیں تباہ کردی گئیں۔

غزہ تعمیر نو کے چیلنجز

جائزہ: ابوالعین

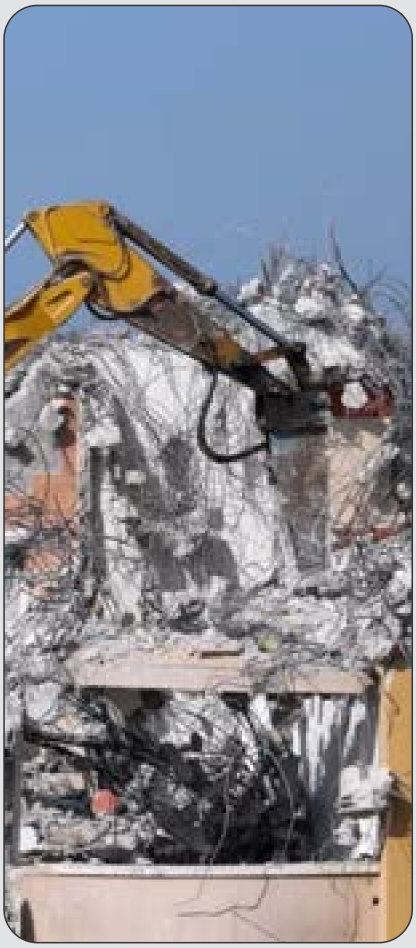

دوسری جنگ عظیم میں یورپ کے بڑے بڑے شہر، تجارتی اور صنعتی مراکز اور دیگر مقامات بری طرح تباہی سے دوچار ہوئے تھے۔ یورپ کے دوبارہ ابھرنے کے امکانات نہ ہونے کے برابر رہ گئے تھے۔ جرمنی کے شہر ڈریس ڈن اور ہمبرگ، سٹالن گراڈ اور لینن گراڈ، سیبا سٹول پول اور کیف سوویت یونین میں تباہ ہوئے۔ سائن، لی ہاورے فرانس میں تباہ ہوئے۔ ٹرانسپورٹ، ریلویز، ہوائی اڈے وغیرہ تباہ ہوئے۔ برلن اور وارسا کی تباہی ابھی تک ضرب المثل ہے۔ دیگر شہروں میں ڈی ساؤ، کیسل، مینز، کولون، ایسنز، ڈارماؤتھ، ھینوور، نورم برگ، مالٹا پر تاریخ کی بدترین تباہی بمباری کی صورت میں نازل ہوئی۔

اس شدید تباہی کے بعد امریکہ کے غالباً سیکرٹری آف سٹیٹ مارشل نے یورپ کی تعمیر نو کا منصوبہ پیش کیا۔ امریکی ڈالر قرض اور گرانٹس کی صورت میں ان ملکوں کو دیے گئے۔ انہی ڈالروں سے امریکہ سے مطلوبہ خریداری کی گئی۔ تباہ بھی اسی نے زیادہ تر کیا اور تعمیر نو بھی اسی کی کرنسی سے کیا گیا۔

اب بھی کہا جارہا ہے کہ غزہ بھی مارشل پلان سے تعمیر ہوگا۔ اس بات کی ضمانت ہرگز نہیں کہ کب امریکہ بہادر کے اشارے یا صیہونی مفادات کے لیے غزہ پر پھر بمباری کر کے اسے تباہ کردیں۔ اب یہ بھی کہا جارہا ہے کہ حماس کے خاتمے کی ضمانت، اسرائیل، امریکہ اور یورپ کو دینا ہوگی۔

ماضی کے تجربات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اب بھی ایسا ہی ہوگا۔ یہ 2014ء کی بات ہے۔ محض دس برس ہی گزرے ہیں۔ غزہ کی تعمیر نو کے کام کا آغاز ہوا تھا،۔ اسرائیل نے تب اعتراض اٹھایا تھا کہ غزہ کی تعمیر نو کے کام سے حماس کو یہ سہولت میسر آئے گی کہ وہ پھر سے کنکریٹ سے سرنگیں تعمیر کرلے گا۔ اسے ان زیر زمین سرنگوں کی تعمیر میں مہارت حاصل ہے۔ اس پر اقوام متحدہ کا ادارہ (Gaza Reconstruction Mechanis) بنادیا گیا۔ مخصوص کنٹریکٹرز کو پراجیکٹس دیے گئے۔ یہ ادارہ بھی ناکام ہوگیا اور اس کے منصوبے بھی مکمل نہ ہوسکے۔ حماس نے خود سرنگیں تعمیر کرلیں۔ ایک الگ ہی تعمیراتی سرگرمی کا آغاز ہوا۔ اس کے تحت بہت تعداد میں وئیر ہاؤسز بنتے گئے۔ اسرائیل مسلسل بمباری کرتا رہا۔ اس نے 2007ء سے سخت ناکہ بندی کردی۔ غزہ میں

تعمیراتی سامان کا داخلہ عملی طور پر ناکام بنا دیا گیا۔ اس سخت ناکہ بندی نے حماس کی قوت مزاحمت بڑھا دی۔ یہ دوطرفہ مزاحمت اس قدر طول پکڑتی گئی کہ ایک خوف ناک جنگ کی وجہ بن گئی۔

اسرائیل نے 2007ء سے جاری ناکہ بندی اس قدر سخت کیے رکھی کہ عام زندگی میں کسی کام کے لیے ڈرل کرنے کے آلات، ایوکسی اور دیگر کنکریٹ مادے، اسفالٹ اور وائرنگ تک جنگی سامان کی فہرست میں ڈال دیا گیا۔ فلسطینی زندگی مشکل بنادی گئی۔

اس وقت سب سے بڑا سوال ملبہ ہٹانے کا ہے۔ دسمبر تک غزہ میں ملبہ اقوام متحدہ کے اداروں کے مطابق 5 کروڑ ٹن تھا۔ یہ 2008ء سے لے کر اب تک جمع ہونے والے سے 17 گنا زیادہ ہے۔ یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اگر ساحل سمندر پر اسے منتقل ہی کر دیا جائے تو 5 کلومیٹر تک ملبے کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا۔ کئی ایفل ٹاور اس میں گم ہو جائیں گے۔ اس ملبے کو مکمل ہٹانے میں 20 سال درکار ہوں گے۔ اس کی لاگت کا اندازہ ایک ارب ڈالر سے زیادہ کا لگایا جارہا ہے۔

ماضی میں جب اسرائیل بمباری کرتا تو فلسطینی ملبے کو ری سائیکل کر کے پھر استعمال میں لے آتے تھے لیکن اس کے لیے کھلی جگہ چاہیے ہوتی تھی جہاں اسے دوبارہ استعمال میں لانے کے قابل بنایا جاتا۔ اب اسرائیل کا اعتراض ہے کہ حماس ایسا کر کے ملبہ جنگی مقاصد کے استعمال میں لے آتی ہے۔

آئندہ ضروریات کے لیے خیمہ بستی کی فوری ضرورت ہوگی جس میں 10 لاکھ فلسطینی رہ سکیں۔ تعمیر نو پر کتنا عرصہ درکار ہوگا۔ یہ ایک الگ اور بڑا مسئلہ ہے۔ بعض ماہرین تو کہہ رہے ہیں کہ اس پر عشرے لگ سکتے ہیں۔ دوسری جنگ عظیم سے تباہ جرمن شہروں کی مارشل پلان سے تعمیر نو میں دس سال لگ گئے تھے۔ بعض شہروں کی تعمیر نو تو 1990ء کے عشرے میں بھی جاری رہی تھی۔

ایک بڑا چیلنج اس ساری تباہی کے مکمل سروے کا بھی ہے جو غزہ پر نازل کی گئی ہے۔ یاد رہے کہ جب جنرل پرویز مشرف سے کہا گیا تھا کہ ہمارے ساتھ یا ہمارے خلاف، اور یہ کہ ہمارے خلاف کی صورت میں پاکستان کو پتھر کے زمانے میں بھیج دیا جائے گا تو قطع نظر اس بات کے کہ کیا ممکن تھا یا نہیں تھا، یہ ضرور تھا کہ امریکہ و یورپ کے سینے دل سے اسی طرح خالی ہیں جس کی مثال غزہ پیش کر رہا ہے۔

دوسری جنگ عظیم کا ایک واقعہ (London East End after the Blitz) کا ہے۔ یہاں مسلسل بمباری کی گئی تھی۔ اس کی بندرگاہیں، ریلویز اور صنعت کو مسلسل ٹارگٹ کیا گیا تھا۔ اس سے شدید تباہی پھیلائی گئی۔ لوگوں کو بہت بڑی تعداد میں بے گھر ہونا پڑا۔ لندن کے اس حصے پر آٹھ ماہ مسلسل بم گرتے رہے۔ اس بمباری کا حکم ہٹلر نے دیا تھا۔ غزہ پر سولہ ماہ بمباری ہوتی رہی۔ اس کا حکم نیتن یاہو نے دیا تھا۔ اس کی پشت پر جو بائیڈن تھا۔ غزہ میں اس کا مقصد یہ تھا کہ ہر رشتے کو ہر خاندان کو توڑ دیا جائے۔ غزہ کی معاشرت توڑ دی جائے تاکہ حماس کی مزاحمت کی صلاحیت برقرار نہ رہ پائے۔

پیٹر بیومونٹ نے غزہ کی تعمیر نو کے حوالے سے لکھا ہے کہ شام کی خانہ جنگی کے دنوں میں اردن کے پناہ گزین کیمپ اقوام متحدہ کا انوکھا تجربہ تھا۔ اس تجربے میں موبائل کیمپ بنائے گئے تھے۔ اس کے رہائشیوں کو یہ اجازت تھی کہ وہ محفوظ آبادیوں میں منتقل ہو سکتے تھے۔ وہ مستقل معاشرتی ڈھانچوں کا حصہ بن سکتے تھے۔

بیومونٹ کا کہنا ہے کہ بہت سے حوالوں سے ہاؤسنگ کوئی بڑا سنگین مسئلہ نہیں بنے گا۔ غزہ کا پانی اور سینی ٹیشن کا نظام تباہ ہو چکا ہے۔ یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اس نظام کا 70 فیصد حصہ نقصان زدہ ہو چکا ہے۔ غزہ سٹی کے اندر یہ نقصان 90 فیصد یا اس سے زیادہ ہے۔ یہاں ڈی سینی ٹیشن پلانٹ ناکارہ ہو چکے ہیں۔

تنصیبات کے نقصان کے علاوہ بھی نقصان ہوا ہے۔ غزہ کی زرعی صلاحیت 95 فیصد تباہی کے قریب ہے۔ بکریاں اور بکرے ذبح کیے جاچکے ہیں۔ 95 فیصد مویشی ختم ہو چکے ہیں۔ امریکہ نے یو ایس ایڈ پروگرام کو ختم اسی لیے کیا ہے کہ غزہ میں اس کے استعمال میں لائے جانے کا امکان باقی نہ رہے۔ یعنی امریکی امداد کا آخری ذریعہ بھی اسی لیے بند کر دیا گیا ہے۔

اب یہ سوال اٹھایا جا رہا ہے کہ ہر طریقے سے حماس کو ختم کرنا مقصود ہے پھر حماس کی موجودگی میں تعمیر نو کس طرح ممکن ہو سکے گی؟

اسی طرح سے یہ سوال بہت اہم ہے کہ کیا عرب ممالک میں یہ صلاحیت ہے کہ غزہ سے حماس کو نکال سکیں؟ کیا وہ تمام فلسطینی عوام کو غزہ سے امریکی اور اسرائیلی مطالبے کے مطابق نکال سکیں گے؟

کیا عرب ممالک تمام فلسطینیوں کو غزہ اور مغربی کنارے سے نکال کر مصر اور اردن یا شام میں منتقل کر سکیں گے؟

ان سوالات کے جوابات سے غزہ کی تعمیر نو کو جوڑنا دانش مندی ہے؟ ان اور ان سے ملتے جلتے سوالات پر مشتمل امور پر تین رکنی پینل نے واشنگٹن کے مڈل ایسٹ پروگرام میں بحث کی ہے۔ ان ارکان پینل میں امر حمزہ وے، اینڈریو لیبر اور مروان معاشر شامل ہیں۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ ارکان اسرائیل و امریکہ کے زیادہ قریب ہیں۔ ان سے ہمیں یہ معلوم ہو سکے گا کہ ٹرمپ پلان باقی ہے یا نہیں۔ امر حمزوے: مصری حکومت اس بات کی مخالف ہے کہ غزہ سے فلسطینیوں کو مصر اور اردن منتقل کر دیا جائے۔ مصر نے امریکہ سے کہا ہے کہ ایسا کرنے سے مصر اسرائیل تعلقات ختم ہو جائیں گے۔

اینڈریو لیبر: سعودی عرب نے بھی ٹرمپ منصوبے کو مکمل مسترد کر دیا ہے۔ اس نے الگ فلسطینی ریاست کے قیام کی حمایت کا اعادہ کیا ہے۔ نیتن یاہو نے کہا ہے کہ سعودیہ کے پاس وافر زمین ہے، وہ فلسطینیوں کو وہاں آباد کر سکتا ہے۔ محمد بن سلمان نے اسے انتہا پسند اور ہر جگہ قبضہ کرنے کی سوچ قرار دیا ہے۔

مروان معاشر: اردن نے منصوبہ مسترد کر دیا ہے۔ اس کے وزیر خارجہ نے کہا ہے کہ ایسی سوچ رہی تو اردن اعلان جنگ کر دے گا۔ اردن اسرائیل امن معاہدہ اس صورت میں ختم سمجھا جائے گا۔

شہری کیا کہتے ہیں؟

امر حمزوے: مصری عوام اور حکومت کا ایک ہی موقف ہے۔ مصر کی بڑی تنظیموں نے بھی اس پر شدید تنقید کی ہے۔

اینڈریو لیبر: سعودی عرب میں عوام کی رائے جاننا مشکل ہے۔ تاہم سول سوسائٹی حکومت کے ساتھ ہے۔ شہزادہ ترکی الفیصل نے سی این این پر آ کر کہا ہے کہ یہ نسلی صفائی کا منصوبہ ہے اور پاگل پن ہے۔

مروان معاشر: اردنی عوام نے جس متحد ردعمل کا اظہار اپنے حکمرانوں کے حق میں کیا ہے، اس کی مثال ماضی میں نہیں ملتی۔ وہ سب امریکی تجاویز کے خلاف ہیں۔ اردن بھر میں ٹرمپ مخالف مظاہرے ہوئے ہیں۔

غزہ کی آبادی کو مصر اور اردن میں دھکیلنے کے ان کے عوام پر کیا اثرات پڑیں گے؟

مروان معاشر: فلسطینی مہاجرین 1948ء میں اردن گئے تھے۔ ان کو تب مکمل شہریت دی گئی تھی۔ اس سے 65

فیصد آبادی نسلی وحدت سے محروم ہوگئی تھی۔ ٹرمپ منصوبے سے انہیں نا قابل تلافی نقصان کا یقین ہے۔

اردن اور غزہ کا کوئی بارڈر نہیں ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اردن اور اسرائیل کی سرحدیں مل جائیں گی۔ مغربی کنارہ اردن میں کھل جائے گا۔ اس سے فلسطینیوں کی سرزمین اردن میں کھل جائے گی۔ اسرائیل ان کو اپنے اندر شامل کرلے گا۔ اس طرح یہ استدلال اسرائیل کے حق میں زندہ ہوجائے گا کہ۔۔۔''اردن ہی فلسطین ہے۔''

امر حمز وے: اکتوبر 2023ء سے اب تک مصر نے غزہ کے بعض لوگوں کو مصر میں آنے جانے کی اجازت دی ہے۔ ان کی تعداد میں مصر میں اضافہ نہیں ہوا ہے۔ تاہم سوڈان، شام اور یمن سے ٹریفک بڑھ سکتی ہے۔ مصر کی سلامتی کو خطرات بڑھ سکتے ہیں۔

فلسطینیوں نے صاف الفاظ میں غزہ سے نقل مکانی سے انکار کیا ہے۔ مصر اور اردن نے سعودی حمایت کے ساتھ ٹرمپ منصوبے سے انکار کیا ہے۔ یہ بات عوامی حلقوں نے کھل کر کہی ہے کہ غزہ سے فلسطینی نسلی صفائی قبول نہیں ہے۔

مصر کے اخبار الاھرام نے لکھا ہے کہ یہ تجویز دراصل امریکی صدر ٹرمپ کی منطقی سوچ کی نفی ہے۔ اسرائیل اور حماس کے درمیان ڈیل کے دوسرے مرحلے سے پہلے ایسی تجویز دراصل اس مرحلے کی نفی کرنے کے مترادف ہے۔

مصر کی تجویز: مصر نے مختلف سطحوں پر ایک تجویز پیش کی ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ:

۔۔ ایک ایسی فلسطینی انتظامیہ بنائی جائے جس کا نہ حماس سے اور نہ فلسطینی اتھارٹی سے کوئی تعلق ہو، یہ غزہ کا نظام بھی سنبھالے اور تعمیر نو کا کام بھی کرے۔

۔۔ ایک فلسطینی پولیس فورس بنائی جائے۔ اس میں زیادہ تر وہ افراد ہوں جو فلسطینی اتھارٹی کی فورس میں رہے ہوں، غزہ میں کام کیا ہو اور حماس کے بعد غزہ کا نظام 2007ء میں سنبھالتے رہے ہوں۔

اس تجویز کے پس پردہ کام کرنے والوں سے دریافت کیا گیا کہ ایک عرب فورس کے بارے میں کیا خیال ہے جس کا تعلق غزہ سے نہ ہو تو کہا گیا کہ یہ اسی صورت ممکن ہے جب فلسطینی ریاست بننے جارہی ہو۔ اس بارے میں نیتن یاہو نے انکار کردیا۔

تعمیر نو اور عرب دنیا: عرب اقوام غزہ کی تعمیر نو صرف اس صورت میں کرنا چاہیں گی اگر ٹرمپ منصوبہ تسلیم نہ کیا جائے۔ وہ یہ تو چاہتی ہوں گی کہ ٹرمپ پلان کے تحت غزہ کو ریویریا میں تبدیل کردیا جائے تاہم وہ فلسطینیوں کی نقل مکانی کے حق میں نہیں۔ گویا وہ ٹرمپ پلان کی نصف حامی ہیں اور نصف مخالف۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ حماس کی مخالف ہیں اور ٹرمپ کی حامی ہیں۔

بعض حلقوں کا کہنا ہے کہ ٹرمپ پلان دراصل مذاکرات کی میز پر مخالف کو شکست دینے کا گُر ہے اور کچھ نہیں ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ ٹرمپ پلان دراصل ایک ایک لفظ پر عمل درآمد کا نام ہے۔

عربوں کا متبادل پلان تین مراحل پر مشتمل ہے:

۔۔ پہلا، بے گھر فلسطینیوں کی فوری مالی امداد کی جائے۔ غزہ میں ہی متعدد ''سیف زونز'' قائم کیے جائیں، ان میں موبائل گھر ہوں، عارضی پناہ گاہیں ہوں، فوری امداد اور خدمات کے مراکز ہوں۔

اس میں مصر میں موجود 40 کمپنیاں کام کرنے کے لیے تیار ہیں۔ کچھ مصری اور کچھ بین الاقوامی ہیں۔ یہ تعمیر نو کا کام کریں گی۔ فلسطینی مزدور کام کریں گے۔

۔۔ دوسرا، غزہ معاہدے کے مطابق 60 ہزار موبائل گھر بنائے جائیں گے۔ اسرائیل نے ان پر کام روک دیا ہے۔

۔۔ تیسرا، ایک فلسطینی تکنیکی کمیٹی قائم کی جائے گی جو غزہ کا نظام سنبھالے گی۔ اس کمیٹی میں کون کیا ہوگا؟ یہ واضح نہیں ہے۔ اس میں ممکنہ طور پر فلسطینی اتھارٹی کے لوگ ہوسکتے ہیں جو مغربی کنارے میں کام کررہے ہیں۔

اس بات کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے کہ حماس کو اس میں نمائندگی دی جائے۔ حماس غزہ کا دو عشروں سے نظام سنبھالے ہوئے ہے۔ امریکہ اور یورپی یونین اسے دہشت گرد کہتے ہیں۔ حماس کا کہنا ہے کہ وہ اس انتظام سے الگ رہ سکتی ہے۔ تاہم وہ اس کے ارکان کے چناؤ میں شامل رہے گی۔

اس نوعیت کی بات بھی ہورہی ہے کہ حماس یا فلسطینی اتھارٹی دونوں میں سے کوئی بھی شامل نہ کیا جائے۔ انتظامیہ مکمل تکنیکی افراد پر مشتمل ہو، ان افراد کی تعداد 10 سے 15 ہو اور وہ بالکل غیر سیاسی ہوں۔

غزہ میں ایک پولیس فورس ہو، اس میں عرب اور مغربی لوگ ہوں۔ ماضی میں نیتن یاہو ایسی تجویز دے چکے ہیں۔

فنڈز کہاں سے آئیں؟ ایک عبوری نظام نقصانات کا تخمینہ لگائے گا۔ عالمی بنک کا خیال ہے کہ ابتدائی طور پر 53 ارب 20 کروڑ ڈالر تعمیر نو کے لیے درکار ہوں گے۔ اگلے تین سال میں مزید 20 ارب ڈالر کی ضرورت پڑے گی۔

اس فنڈ کا انتظام قطر اور امارات کے پاس ہوگا۔ اسے عرب پلان کہا جائے گا تاہم یہ ٹرمپ پلان کہلائے گا۔ اس فنڈ کو ٹرمپ فنڈ برائے تعمیر نو کہا جائے گا۔ مصر اس پر بین الاقوامی کانفرنس کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

اس ''مجوزہ عرب پلان'' کے لیے سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ اسرائیل فلسطین کو تسلیم کرے گا؟ دوسرا اس سے بڑا سوال یہ ہے کہ اس کے بدلے میں عرب ممالک اسرائیل کو تسلیم کرلیں گے؟ سارا کھیل تو یہی ہے۔

ریاض میں کیا ہوا؟: یہ ذکر ہو چکا ہے کہ عالمی اداروں کے اندازوں کے مطابق غزہ کی تعمیر نو کے لیے 53 ارب 20 کروڑ ڈالر آغاز اور 20 ارب ڈالر اگلے مرحلے کے تین سال کے لیے درکار ہوں گے۔ اس وقت امریکہ و اسرائیل فلسطینیوں کو غزہ سے مکمل نکالنے کے پروگرام کو لے کر چل رہے ہیں۔ اس پروگرام سے فلسطینیوں سے زیادہ عرب خوف زدہ ہیں۔ اسی خوف نے سعودی ولی عہد پرنس محمد بن سلمان، اردن کے شاہ عبد اللہ دوم، مصری صدر عبد الفتح السیسی، قطر کے امیر تمیم بن حماد الثانی، امارات کے امیر شیخ محمد بن زاید النہیان کویت کے امیر شیخ مثال الاحمد الصبارح اور بحرین کے ولی عہد پرنس سلمان بن حماد الخلیفہ کو ایک میز پر جمع کردیا۔

ان سب نے سعودی عرب کے شہر ریاض میں ملاقات کی۔ یہ سب اس لیے جمع ہوئے تھے تاکہ صدر ٹرمپ کے مجوزہ منصوبے کا جواب دے سکیں۔ انہوں نے ٹرمپ کے منصوبے کو مسترد تو کیا کیوں کہ اس سے خود ان کے لیے خطرات پیدا ہورہے تھے۔ انہوں نے مجوزہ منصوبے پر بات کی لیکن ان میں اتنی جرأت نہ پیدا ہوسکی کہ کھل کر اس کا اعلان کرتے۔ انہوں نے طے کیا کہ 4 مارچ کو عرب لیگ کے اجلاس میں قاہرہ میں جمع ہوں گے جہاں زیادہ سربراہان حکومت آئیں گے۔ اس اجلاس کی ان حکمرانوں نے کوئی بات بیان نہ کی اور کوئی اعلامیہ منظور کیے بغیر اپنے اپنے ملک روانہ ہوگئے۔

ان سب کے لیے اصل مسئلہ اسرائیل نہیں، حماس ہے۔ حماس کو الگ کرنا ان کی کوشش ہے۔ حماس کھلے دل سے صرف فلسطین کے لیے ہر بات سننا چاہتی ہے۔ کیا کسی اجلاس میں حماس کو سننے کے لیے خود کو تیار بھی کر پائیں گے؟ اگر ایسا کرسکیں تو شاید راستہ وہیں سے نکلے گا جہاں ان کو وہ بند نظر آتا ہے۔

جائزہ: ثامر بل

ٹرمپ کا پھٹا ہوا ٹرمپ کارڈ

محویت کا عالم ہے؟ غزہ اِک بازیچۂ اطفال ہے!

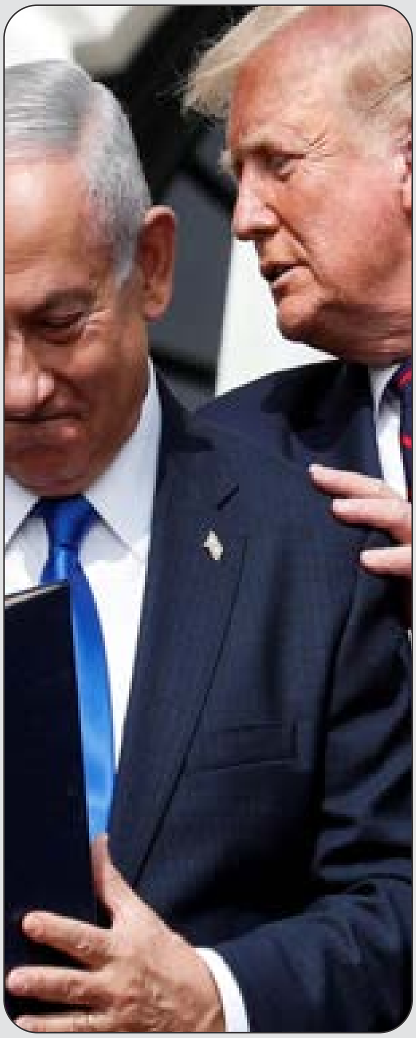

دنیا بازیچۂ اطفال ہے یا صرف غزہ بازیچۂ اطفال ہے؟ ہزاروں انسان منوں مٹی میں سُلا دیے گئے۔ ہزاروں ہی ٹنوں ملبے سے برآمد ہو رہے ہیں۔ یہ غزہ کا منظر ہے۔ ایک منتشر منظر اور بھی ہے۔ دنیا بھر کے دارالحکومتوں میں بحث جاری ہے۔ غزہ خالی کرانے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ اہل غزہ کو قاہرہ، دمشق، عمان اور ریاض جبری منتقل کرنے کے منصوبوں کا اعلان ہو رہا ہے۔ ایک بالکل مختلف منظر اور بھی ہے۔ عالم اسلام پھر خاموش ہے۔ رسمی اعلانات ہو رہے ہیں۔ لیکن سچ یہ ہے کہ واشنگٹن بول رہا ہے۔ ایک ایسا حکمران دعوے کر رہا ہے جس کے دیوانے پن کو دیوانگی کہنے کی جرأت نہ اسلامی کانفرنس تنظیم کو ہے، نہ خلیج تعاون کونسل اور نہ ہی عرب لیگ کو ہے۔ مشرق وسطیٰ اس حقیقت کو جاننے کے باوجود خاموش ہے یا دیوانے کی دیوانگی کا کسی نہ کسی طرح ہم نوا ہے کہ ان کی باری ہے۔ خواہ یہ باری ابھی آجائے یا اسے کچھ مہلت دے دی جائے۔

یہ مناظر دنیا دکھا رہی ہے۔ اقوام عالم دکھا رہی ہیں۔ یہ بات راقم نے سال بھر پہلے لکھی تھی کہ جس دن غزہ خاموش ہو جائے گا، ممکن ہے کہ یوکرائن بھی خاموش ہو جائے۔ شاید یوکرائن کو یہ باور کرانا ضروری نہیں رہا ہے کہ امریکہ اچھے وقتوں کا حواری ہے۔ وہ صرف اسرائیل کا ہر طرح اور ہر وقت کا سرپرست ہے۔ یاد رہے کہ حواری یا حلیف اور سرپرست میں فرق ہوتا ہے۔ دوسری بار امریکی صدر بننے کے بعد ڈونلڈ ٹرمپ نے جو اعلانات کیے، اس طرح کے اعلانات اور دعوے ہر حکومت آج کی دنیا میں کرتی ہے۔ پہلے سو دنوں میں کیا کریں گے؟ ہم کیا کریں گے اور کب کریں گے؟ ان دو ایک ساتھ جڑے سوالوں کا جواب بہت ہی مختلف اور حالات کی حقیقی تصویر کے منافی ہوتا ہے۔

ایک اعلان نہر پانامہ کے بارے میں، دوسرا امریکہ میں آنے والے مہاجرین، تیسرا کینیڈا کو امریکہ کا حصہ سمجھنے یا بنانے، چوتھا یوکرائن میں یورپ کو زیادہ کردار پر تیار کرنے، پانچواں اعلان ولادی میر پوٹن کی بین الاقوامی تنہائی ختم کرنے، ساتواں اعلان غزہ سے فلسطینیوں کا خاتمہ کرنے کے بارے میں ہے۔ کچھ اعلانات اور بھی ہیں۔

ان تمام اعلانات، دعوؤں اور معرکوں سے پہلے موصوف ٹرمپ کا یہ اعلان بھی ہے کہ ہم جنگیں شروع کرنے نہیں، ختم کر دینے کے لیے آئے ہیں۔ لیکن دنیا ان تمام اعلانات کو ایک ساتھ دیکھتی ہے اور ایک ہی سانس کے

زیروبم میں تلاش کرتی ہے۔غزہ کا معاملہ دوسرا ہے۔
پہلے پوری توجہ سے، شرح صدر سے ڈونلڈ ٹرمپ کا غزہ پر اعلان یا دعویٰ سمجھنا چاہیے۔ یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ کسی دیوانے کی بڑ نہیں ہے، یہ صدر امریکہ کا خواب ہے جو انہوں نے 45 ہزار انسانوں کو قربان اور غالباً دس ہزار مزید انسانوں کو ملبے تلے دفن کرتے دیکھا ہے۔ جو بائیڈن ہوتے، تب بھی یہ خواب اس سے کہیں زیادہ بھیانک ہوتا، سنہرا اور ''خواب ناک'' کبھی نہ ہوتا۔
الجزیرہ ٹی وی نے صدر ٹرمپ کے نیوز کانفرنس سے خطاب کے متن سے جو کچھ حاصل کیا ہے، اس میں ہے کہ غزہ میں سب سے اہم اور بڑا کام یہ کیا جائے گا کہ وہاں سے فلسطینیوں کی نسلی صفائی کردی جائے گی۔ گویا ایک بھی نسلی فلسطینی وہاں باقی رہنے نہیں دیا جائے گا۔ امریکہ کا دعویٰ ہے کہ غزہ پر مکمل عبور حاصل کرلیا جائے گا۔ وہاں ایسی ملکیت قائم کرلی جائے گی جس کا اسرائیل نے خواب ہی دیکھا ہوگا۔ یہ اس غزہ میں ہوگا جو گزشتہ 18 سال سے مکمل صہیونی محاصرے میں ہے۔ اس کی مکمل ناکہ بندی کی گئی ہے۔ اس ناکہ بندی میں مصر کا ساتھ صہیونیت کو میسر رہے گا۔
یہ امر اہم ہے کہ جب ڈونلڈ ٹرمپ غزہ پر قبضے کے امریکی منصوبے کا نیوز کانفرنس میں اعلان کررہے تھے۔تو وائٹ ہاؤس میں ان کے ساتھ صہیونی وزیراعظم بنجمن نیتن یاہو بھی موجود تھے۔ٹرمپ نے کہا: مجھے یہاں اسرائیلی وزیر اعظم بنجمن نیتن یاہو کو خوش آمدید کہتے ہوئے خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ یہ ایک حیران کن حد تک خوش گوار احساس ہے۔ ہماری بات چیت بہت بہترین رہی ہے۔ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ آپ کو یہاں اپنے اور اپنے سٹاف کے درمیان پاکر میں بہت خوش ہوں اور یہ میرے لیے بڑے اعزاز کی بات ہے۔ گزشتہ چار سال میں امریکہ اور اسرائیل کے تعلقات بڑے امتحانات اور آزمائش سے گزرے ہیں۔ ماضی میں کبھی ایسا وقت ان تعلقات پر نہیں آیا۔لیکن امریکی اور اسرائیلی عوام کے درمیان دوستی اور محبت پر استوار روابط مضبوط ہی ہوتے رہے ہیں۔ یہ آنے والی کئی نسلوں اور ادوار میں ناقابل تنسیخ رہیں گے۔
صدر ٹرمپ نے مزید کہا کہ میں بالکل پرامید بھی ہوں اور پراعتماد بھی ہوں کہ ہماری قیادت میں ہمارا یہ اتحاد مضبوط سے مضبوط تر ہی ہوگا۔ ہمارا تعلق بہت عظیم ہے، عظیم رشتے پر استوار ہے۔ چار سال سے ہم نے بہت یادگار فتوحات سمیٹی ہیں۔ ان کے باوجود میں کہنا چاہوں گا کہ ان سے بھی بڑھ کر عظیم کامیابیاں ہماری منتظر ہیں۔ میرے پہلے دورصدارت میں وزیراعظم نیتن یاہو اور میں نے بہت مضبوط اور زبردست بنیادیں اس رشتے کو فراہم کی ہیں۔ ہم نے مل کر مشرق وسطیٰ میں امن و استحکام لانے کے لیے کام کیا ہے۔ یہ کام گزشتہ کئی دہائیوں میں بھی نہ کیا جاسکا تھا۔
صدر ٹرمپ نے کہا کہ ہم نے، امریکہ اور اسرائیل نے،

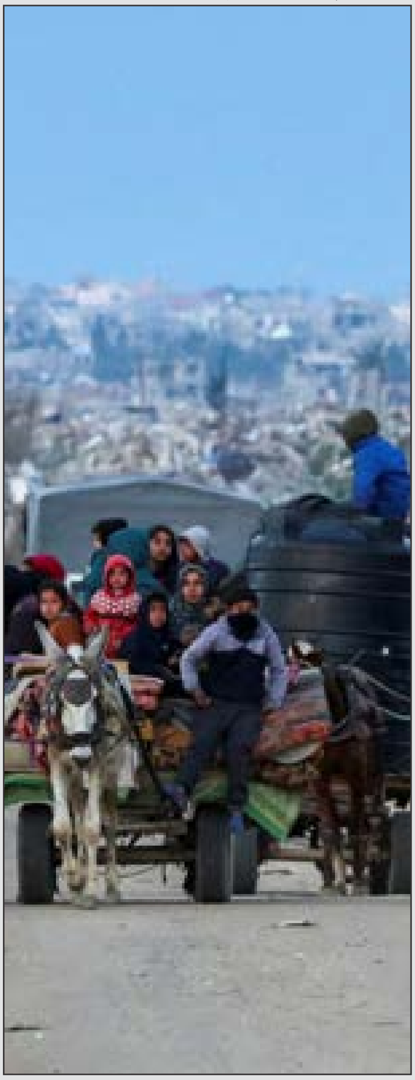

مل کر آئی ایس آئی ایس یا آئی ایس آئی ایل کو شکست سے دوچار کیا۔ ہم نے ایرانی تباہ کن جوہری ڈیل کا خاتمہ کیا۔ یہ اپنی نوعیت کی انتہائی بری ڈیل تھی۔ ہم نے ایرانی حکومت پر تاریخ کی سخت ترین پابندیاں لگائیں۔ ہم نے ایران کے دہشت گرد ونگ حماس کو بالکل تنہا کردیا۔ ہم نے حماس کو اس حد تک اکیلا کردیا جس قدر اسے ماضی میں نہیں کیا جاسکا تھا۔ اس کو وسائل اور تعاون فراہم کرنے والوں کو بالکل محدود کردیا۔
صدر ٹرمپ نے بڑے فخر سے کہا کہ اسرائیل کے دارالحکومت کے طور پر بیت المقدس کو میں نے تسلیم کیا۔ وہاں امریکی سفارت خانہ کھولا۔ اس کی عمارت تعمیر کی۔ اب وہ ایک خوبصورت سفارت خانہ ہے۔
صدر ٹرمپ نے یہ بھی فخر سے زیادہ نخوت اور غرور کے ساتھ کہا کہ میں نے جولان کی پہاڑیوں پر اسرائیل کی عمل داری تسلیم کی۔ اسرائیل کو گزشتہ ستر (70) برسوں سے اس دن کا انتظار تھا۔ میں ہی تھا جس نے عرب ممالک کو ابراہام معاہدوں پر آمادہ کیا۔ یہ واقعی بہت بڑی کامیابی تھی۔ اب یہ معاہدے عمل کے مراحل طے کریں گے۔ ان کے ذریعے ہم نے وہ تاریخی امن معاہدے حاصل کیے جن کے لیے گزشتہ 50 برسوں سے کوشش کامیابی کی راہ دیکھ رہی تھی۔ (یاد رہے کہ یہ وہ معاہدے ہیں جن پر عمل درآمد سے متعلقہ عرب ممالک اسرائیل کو قانونی اور جائز ملک کے طور پر تسلیم کریں گے)۔
صدر ٹرمپ نے مزید کہا کہ بہت سے ممالک جلد ہی ابراہام معاہدوں میں شامل ہوتے جائیں گے۔ یہ ایک اہم معاشی و اقتصادی پیش رفت بھی ہوگی۔ مجھے امید ہے کہ بہت سی اقوام جلد یا بدیر ان پر دستخط کردیں گے۔ یہ بدقسمتی ہے کہ گزشتہ چار سال میں یہ مرحلہ رکا رہا اور کسی نے دستخط نہیں کیے۔
صدر ٹرمپ نے جو بائیڈن حکومت کو نااہل اور کمزور قرار دیا جو مشرق وسطیٰ میں قائدانہ کردار ادا کرنے سے ہچکچاتی رہی۔ اس سے نہ صرف اس خطے کو بل کہ پوری دنیا کو نقصان ہوا۔ ان کا اشارہ اس جانب تھا کہ عرب ممالک بالخصوص قطر، کویت، امارات اور سعودی عرب نے تب اسرائیل کو تسلیم نہیں کیا۔ تاہم غزہ کی تباہی کا منظر دیکھتے رہے۔
صدر ٹرمپ نے اسرائیل کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ گزشتہ 16 ماہ میں اس نے ہر طرح کا حملہ برداشت کیا ہے۔اس کے لوگوں کو قتل کیا گیا۔اس پر دہشت گردی کے حملے کیے گئے لیکن اس نے سب کچھ برداشت کیا، جارحیت کا مقابلہ کرتا رہا۔اس نے نہایت ''بہادری'' سے ان تمام حالات کا سامنا کیا۔صدر ٹرمپ نے صحافیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کمال ڈھٹائی سے کہا کہ جو کچھ ہوا، وہ آپ جانتے بھی ہیں اور آپ نے خود مشاہدہ بھی کیا ہے، ہم سب نے جو کچھ دیکھا وہ ہر اعتبار سے دنیا کی واحد

یہودی ریاست کو ختم کرنے کا خواب تھا۔ اسے ہم نے شرمندۂ تعبیر ہونے نہیں دیا (یہاں وہ جو بائیڈن حکومت کو شاباش نہ دے سکے)۔

صدر ٹرمپ نے کہا کہ وہ امریکہ کے صدر ہوتے تو 7 اکتوبر 2023ء کے واقعات کی کسی کو جرأت نہ ہوتی۔ روس پر یوکرائن پر حملہ کی بھی جرأت نہ ہوتی۔ گزشتہ 16 ماہ میں اسرائیلی بہادری سے کھڑے رہے۔ اس نے اسرائیلیوں کو دشمن کے یرغمالی بنتے دیکھا۔ صدر ٹرمپ غزہ میں شہید کیے جانے والے ہزاروں بچوں، شیر خوار نونہالوں کو یکسر بھول گئے اور اسرائیل کے وہ بچے یاد رہ گئے جو ان کے بقول مار ڈالے گئے۔ حقیقت کیا ہے، یہ دنیا سے زیادہ ٹرمپ خود جانتے ہیں۔

صدر ٹرمپ نے اسرائیل سے اپنے تعلق کو مزید ثبوت سے گہرا کرنے کے لیے نیتن یاہو کی موجودگی میں کہا کہ میں ان کے عوام کو سلیوٹ کرتا ہوں کہ انہوں نے حوصلے اور عزم کے ساتھ اس آزمائش کا سامنا کیا اور اپنے عزم کے عملی اظہار میں اسرائیلی عوام کے قدم ڈگمگائے نہیں اور نہ ہی خوف زدہ ہوئے۔ وہ آج بھی کل کی طرح بہت مضبوطی سے کھڑے ہیں۔ میں اور وزیر اعظم نیتن یاہو کی نگاہیں مستقبل پر جمی ہیں۔ ہم دونوں اس نکتے پر کام کر رہے ہیں کہ حماس کو کس طرح سے جڑ سے اکھاڑا جا سکتا ہے۔

صدر ٹرمپ نے نیتن یاہو کی شان میں اس طویل قصیدہ نما تمہید باندھنے کے بعد کہا کہ: یہ کسی اعتبار سے بھی اچھا نہیں لگتا کہ ایک ایسے لوگوں کی تا حال موجودگی میں یہ بات کی جائے۔ جو وہاں (غزہ) میں اس سب کے باوجود موجود رہے ہے، ان کا وہاں قبضہ برقرار ہے، تعمیر نو کا کام باقی ہے، وہ یہاں لڑتے رہے، زندہ رہے اور مارے بھی گئے (اسرائیلی فوجیوں کی طرف اشارہ ہے)، وہاں انہوں نے قابل رحم حالات میں کام کیا ہے، ہمیں انسانی بنیادوں پر کام کرنے والے ملکوں اور مستقبل میں دلچسپی لینے والوں کو ساتھ ملا کر مختلف پہلوؤں سے تعمیر کرنا چاہیے۔ وہاں بہت سے لوگ ہیں جو یہ کام کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں سب کو 18 لاکھ فلسطینیوں کے لیے کام کرنا ہوگا تاکہ ہم وہاں سے موت اور تباہی اور صاف کہا جائے تو بدقسمتی کا خاتمہ کر سکیں۔ یہ کام ان پڑوسی ممالک کو سب سے زیادہ کرنا ہوگا جن کے پاس بے اندازہ دولت ہے۔ یہ ایک ملک بھی کر سکتا ہے، دو، تین، چار، پانچ، سات اور بارہ ممالک مل کر بھی کر سکتے ہیں (گویا ہم نے توڑنے کا کام کیا ہے، اب یہ سب بنانے میں کام کریں)۔ یہ متعدد ممالک بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ ایک بڑی جگہ بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن ایسا ہو کہ یہ لوگ (فلسطینی مراد ہیں) یہاں سے اس جگہ چلے جائیں، بھیج دیے جائیں تاکہ وہاں یہ آرام اور امن سے رہیں۔ ہم کوشش کریں گے کہ اس سلسلے میں کوئی زبردست کام کریں۔

صدر ٹرمپ نے نہایت سادہ لوحی سے کہا کہ ان فلسطینیوں کو امن میں رہنا چاہیے۔ وہ اس لیے نہیں ہیں کہ ان کو گولی

ماردی جائے، جان سے ماردیا جائے، تباہ کر دیا جائے۔ ان کی تہذیب بہت ہی شان دار اور حیران کن ہے۔ اس تہذیب کو زندہ رہنا ہے۔ اس کی ایک ہی وجہ یہ ہو کہ فلسطینی اپنی جگہ واپس جانا چاہتے ہیں۔ ان کے پاس اس کا متبادل نہیں ہے۔ یہ جگہ تو تباہ شدہ جگہ ہے۔ یہاں کی ہر عمارت گرائی جا چکی ہے (ہم نے گرادی ہے۔ اسی کو پتھر کا زمانہ کہتے ہیں)۔

صدر ٹرمپ نے اپنی ہمدردی ظاہر کرتے یا بیان کرتے ہوئے کہا کہ غزہ کی ہر عمارت گرائی جا چکی ہے۔ وہ اب بھی تباہ شدہ عمارتوں کے نیچے رہنا چاہتے ہیں۔ یہ بہت خطرناک ہے، بہت تباہ کن ہے۔ وہ اس کے بجائے کسی خوب صورت علاقے میں جا سکتے ہیں۔ جہاں انہیں گھر دستیاب ہوں۔ حفاظت سے رہیں۔ وہ امن اور سلامتی کے ماحول میں وہاں رہیں۔ بجائے اس کے کہ وہ یہاں رہیں اور پھر تباہی سے دوچار ہوں۔

صدر ٹرمپ نے اپنے منصوبے کو ان الفاظ میں بیان کیا: ''امریکہ پوری غزہ کی پٹی کو قبضے میں لے لے گا۔ وہ یہاں ایک کام یہ بھی کرے گا۔ ہم اسے اپنی ملکیت بنا لیں گے۔ ہم یہ ذمہ داری لیں گے کہ یہاں موجود تمام خطرناک ایسے بموں کو ہٹا دیں جو پھٹ نہیں سکے۔ ہر قسم کے ہتھیار یہاں سے ہٹا دیے جائیں گے۔ یہاں کی سطح ہموار کر دی جائے گی۔ تمام تباہ شدہ عمارتوں کا ملبہ ہٹا دیا جائے گا۔ یہاں معاشی ترقی کا آغاز ہوگا۔ یہاں لاتعداد ملازمتیں پیدا کی جائیں گی۔ اس خطے میں رہنے والوں (نئے آنے والوں) کے لیے گھر بنائے جائیں گے۔ لوگ یہاں رہیں اور یہیں ملازمت کریں گے۔

یہاں سے آپ (غیر فلسطینی) واپس نہیں جا سکتے۔ آپ واپس جانا چاہیں تو 100 سال واپس جائیں گے۔ مجھے امید ہے کہ یہ جنگ بندی دیرپا ہوگی۔ یہ ایک لمبے اور پائیدار امن کا آغاز ہوگی۔ یہاں سے خوں ریزی کا خاتمہ ہوگا، قتل و غارت کا خاتمہ ہوگا۔ اس سمت میں تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے ہمارا اور میرا عزم ہوگا کہ یہاں بننے والے اتحاد کو دیرپا بنایا جائے۔ ہم امریکی قوت کو بحال کریں گے۔ اس پورے خطے میں امریکی قوت بحال کریں گے۔

صدر ٹرمپ نے کہا کہ میری گزشتہ حکومت نے اسرائیل پر اسلحہ کی پابندیاں عاید کی تھیں۔ یہ ایک ارب ڈالر کے اسلحہ کی پابندیاں تھیں۔ ان کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ امریکہ نے اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل سے نکلنے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں اس نیوز کانفرنس کے ذریعے اس کا اعلان کرتا ہوں۔ میں اقوام متحدہ کی ریلیف اینڈ ورکس ایجنسی انروا (UNRWA) کو دی جانے والی امالی امداد کے خاتمے کا اعلان کرتا ہوں۔ میرے مطابق یہ رقم حماس کو فراہم کر دی جاتی ہے۔ حماس انسانی کاموں سے بے وفائی کا دوسرا نام ہے۔

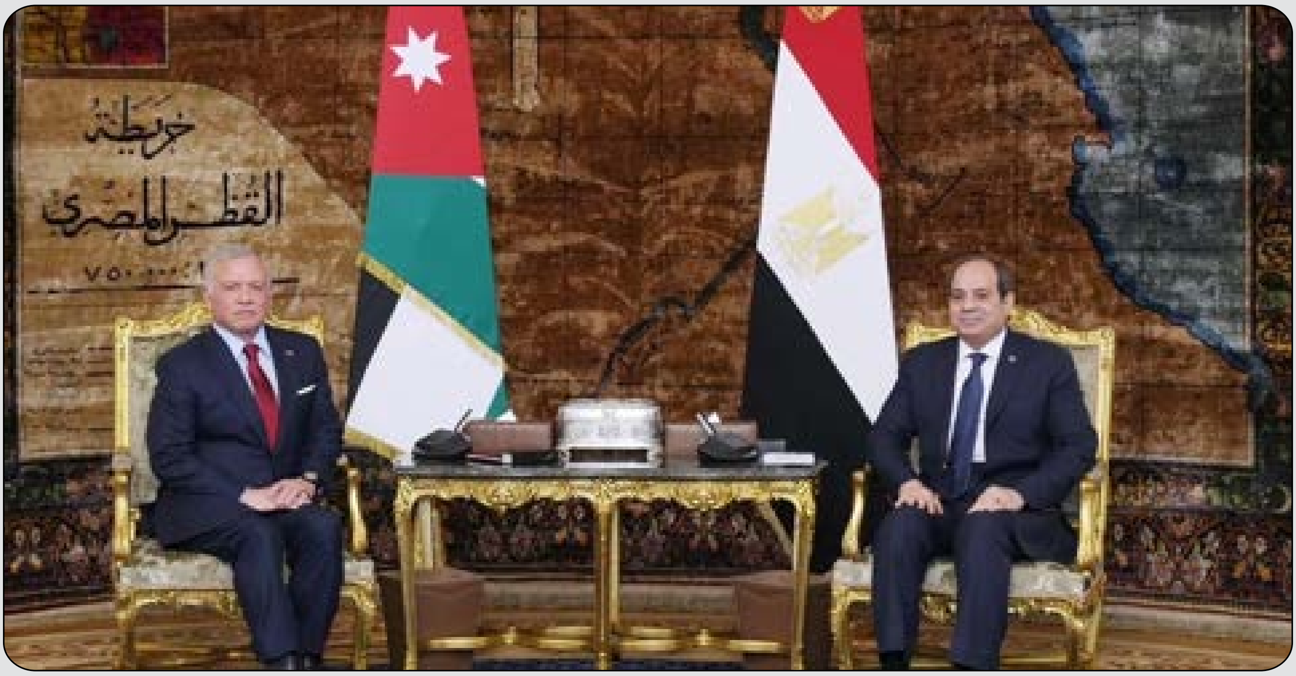

جائزہ:عبدالمعز

ٹرمپ کا غزہ پلان

اسرائیل امریکہ گٹھ جوڑ، فلسطین کا خاتمہ

غزہ دوبارہ تعمیر کریں گے،مصراوراردن کا اعلان

امریکی نومنتخب صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے چند نعرے بلند کیے ہیں۔ان کے مقاصد اسرائیل کی حماس کے مقابلے میں اہداف کے حصول میں ناکامی غزہ کی تباہی کی شکل میں سامنے آئی ہے۔یہ نعرے کس نوعیت کے امریکی منصوبے کو پیش کر رہے ہیں، یہاں ہم میڈیا رپورٹوں سے بیان ہونے والے متبادل اور متحارب سوالات اور ان کے جوابات پر مبنی تجزیہ پیش کر رہے ہیں۔

ٹرمپ کے غزہ کے بارے میں دعوے متنازعہ ہیں اور ایک نئی اور بڑی جنگ کا اعلان سمجھے جا رہے ہیں۔بنیادی خیال یہ ہے کہ امریکہ پورے غزہ کی ملکیت حاصل کر لے، یہاں کی آبادی کو مکمل طور پر بے دخل کر دے اور غزہ کو ازسرنو تعمیر کیا جائے۔ اس کے اخراجات سعودی عرب،کویت، امارات اور قطر ادا کرے۔ چند اور ملکوں کو بھی یہ قیمت ادا کرنے میں شامل یا مجبور کیا جائے گا۔اہم نکات یہ ہیں:

۔۔امریکہ غزہ پر قبضہ کر لے: ٹرمپ نے کہا ہے کہ غزہ میں استحکام کے لیے ضروری ہے کہ امریکہ اس کی ملکیت حاصل کر لے۔پورے غزہ پر اس کا قبضہ ہو۔ ہر فلسطینی کو یہاں سے نکلنا ہوگا۔اسرائیل کی شدید بمباری کے باوجود غزہ چھوڑنے سے انکار کرنے والوں کو کس طرح یہاں سے نکالا جائے گا؟ جب جبری طور پر 20 لاکھ انسانوں کو مصراوراردن ہجرت پر مجبور کیا جائے گا تو سوال یہ ہے کہ اس عمل میں وہ خود کو کس طرح بہتر محسوس کریں گے۔؟

۔۔عمل کی تجویز: اسرائیل کی مدد سے ہر فلسطینی کو مصر اور اردن بھیج دیا جائے۔ یہ اس صورت میں ممکن ہو سکے گا جب حماس اور اسرائیل کی جنگ اسرائیل کے حق میں ہو جائے۔حماس کا مکمل خاتمہ کر دیا جائے۔ٹرمپ کا کہنا ہے کہ کوئی امریکی فوجی غزہ نہیں جائے گا۔

غزہ میں کسی امریکی فوجی کی عدم موجودگی میں اسرائیل قبضے میں لے کر امریکہ کو منتقل کر دے گا۔ وہاں امریکی طرز زندگی ان کی منتظر ہوگی۔فلسطینی وہاں آباد کیے جائیں گے۔ان کے پاس عمدہ گھر ہوں گے جہاں وہ خوش رہیں گے۔انہیں کوئی گولی مارنے،قتل کرنے، ان کے گھروں کو تباہ کرنے والا نہیں ہوگا۔کسی امریکی فوجی کی ضرورت نہیں

پڑے گی۔

۔۔فلسطینیوں کے لیے غزہ کے رقبہ سے بڑا اور مغربی کنارے سے کشادہ علاقہ ہوگا۔ یہ نہیں بتایا گیا کہ غزہ میں انسانوں کو قتل کون کرتا رہا ہے، کون عمارتوں، آبادیوں، محلوں، کیمپوں پر بمباری کرتا رہا ہے۔

اب صدر ٹرمپ کے تخیل کی پرواز دیکھیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اردن میں زمین کا ایک ''پارسل'' وصول کیا جائے گا۔ اسی طرح سے زمین کا ہی ایک ''پارسل'' مصر میں حاصل کیا جائے گا۔ ہمیں کچھ اور جگہ بھی درکار ہوگی۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ جب ہمارے مذاکرات مکمل یا ختم ہوں گے، ہم ایک ایسی جگہ لینے میں کامیاب ہو جائیں گے، جہاں ہم سکون سے ہنسی خوشی رہیں گے۔

۔۔منصوبے کا اگلا حصہ یہ ہے کہ مشرق وسطیٰ میں ایک ایسی جگہ ہوگی جو ایک ''ریویریا'' (Riveria) کا کام دے گی۔ ہم کوئی ایسا کارنامہ سرانجام دے سکیں گے جو آپ اپنا شاہکار ہوگا۔

۔۔حماس کو وہاں حکومت کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اس کا طرز حکمرانی غزہ میں بہت خراب رہا ہے۔ اسے مزید حق حکمرانی نہیں دیا جاسکتا۔

اب دیکھتے ہیں کہ ٹرمپ کے غزہ کو نئی جگہ منتقل کرنے کے منصوبے پر کیا ردعمل سامنے آیا ہے۔

غزہ کی آبادی کو وہاں سے کہیں اور منتقل کرنے کے لیے جس بڑی مہم کی ضرورت پڑے گی، اسے ''نسلی صفائی'' کے سوا کوئی اور عنوان نہیں دیا جاسکتا۔ 1995ء میں بوسنیا میں مسلمانوں کو ختم کرنے اور ہٹانے کے منصوبے پر کام ہوا تھا۔ سربرانیکا تباہ کر دیا گیا تھا۔ لیکن سب کے باوجود بوسنیائی مسلمانوں کو ختم نہیں کیا جاسکا۔ یہ عمل جنگی جرم قرار دیا گیا تھا۔

ہر فلسطینی کی فلسطین سے محبت چیلنج نہیں کی جاسکتی۔ اب صورت حال یوں ہے کہ فلسطین اور حماس لازم وملزوم کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ غزہ کے شمال وجنوب سے ان دونوں عوامل کے خاتمے کا کام نہیں کیا جاسکا۔ ہزاروں فلسطینی شہید کر دیے گئے لیکن وہ واپس اپنے گھروں کو ہی لوٹ رہے ہیں۔ ان کو غزہ سے بے دخل کرنا بہت بڑا انکبہ ہوگا۔ اس کے لیے صیہونی گینگ بار بار بھی حملے کریں تو نسلی صفائی کا کام کیا نہیں جاسکے گا۔

دنیا ابھی سے کہہ رہی ہے کہ یہ سارا کھیل تماشا نہیں ہے۔ یہ ناقابل عمل منصوبہ ہے، اسرائیل کی شکست کا اعلان ہے۔ اسے خود اسرائیل کے یہودی علماء اور پروفیسرز ناقابل عمل قرار دے رہے ہیں۔

ہر فلسطینی پر منصوبہ سننے کے بعد سوال کر رہا ہے کہ اب ہم کہاں جائیں گے۔ چھ بچوں کے باپ 60 سالہ عماد العقاص سے جب یہ سوال کیا گیا تو اس نے فوراً کہا کہ ساری سرحدیں کھول بھی دیں اور ہم سب کو رضا کارانہ ہجرت کا کہا جائے تو بھی میرا انتخاب غزہ ہوگا۔ میں یہیں ہر مشکل برداشت کرلوں گا، مرنا پسند کرلوں گا، غزہ میں

چھوڑوں گا۔

حماس نے اس منصوبے کو احمقانہ قرار دیا ہے۔ فلسطینی اتھارٹی کے سربراہ محمود عباس نے اسے بین الاقوامی قانون کی سنگین پامالی قرار دیا ہے۔ جس نیوز کانفرنس میں ٹرمپ یہ اعلان کر رہے تھے، اسی میں اسرائیل کے وزیر اعظم بنجمن نیتن یاہو بھی موجود تھے۔ ٹرمپ کے خیالات سن کر ''انہوں نے'' ''ان کو'' نئے لیکن ''عمل سے اونچے'' قرار دیا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ان امور پر سنجیدگی سے سوچنے کی ضرورت ہے۔

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ کیا ٹرمپ ایسا کرسکیں گے؟۔ فوجی جواب یہ سامنے آیا ہے کہ ''نہیں'' ٹرمپ کے پاس ایسی کوئی قانونی، فوجی یا سفارتی قوت نہیں ہے جس سے وہ یہ منصوبہ مکمل کرسکیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ غزہ امریکی علاقہ نہیں ہے۔ یہ گوانتاناموبے نہیں ہے۔ غزہ پر امریکہ کی قانونی اجارہ داری بھی نہیں ہے۔ صدر ٹرمپ کی حیثیت سے ٹرمپ کو ایسا کرنے کے لیے کسی نوعیت کے امریکی وسائل بروئے عمل لانے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ٹرمپ 20 لاکھ انسانوں کو ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں لے جانے کی بات کر رہے ہیں۔ گویا وہ اسرائیل کو بین السطور یہ پیغام دے رہے کہ فلسطین اور فلسطینیوں کے ساتھ ہی رہنا ہوگا۔ یہ کہیں اور نہیں جاسکتے۔ وہ یہاں سے کہیں بھی نہیں جاسکتے۔ وہ یہاں سے کہیں بھی نہیں جاسکتے اور نہ ہی بھیجے جاسکتے ہیں۔

فوکس نیوز پر انٹرویو میں ٹرمپ نے کہا کہ وہ کسی بھی صورت میں فلسطینیوں کو واپسی کا حق نہیں دیں گے۔ جب کسی آبادی یا اس کے کچھ حصے کو بھی اس حق سے محروم کر کے جبری ہجرت کا منصوبہ بنایا جائے گا تو عالمی قانون اس کی اجازت نہیں دے گا۔

پڑوس کے ممالک ٹرمپ کے اس منصوبے کو اپنی سلامتی کے خلاف منصوبہ قرار دے چکے ہیں۔ امریکہ انہیں ایسا کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا۔ مصر اور اردن دونوں ہی امریکی امداد پر بہت زیادہ انحصار کرتے ہیں۔ وہ خود چاہیں گے کہ مصر اور اردن کو اس قدر امریکی امداد ملے کہ وہ کہیں اور پوری آبادیوں سمیت چلے جائیں لیکن وہ فلسطینیوں کو کہیں بھی جانے کے لیے تیار نہیں کرسکتے۔

مصر نے صدر ٹرمپ کے منصوبے کو سختی سے مسترد کر دیا ہے۔ اس کے حکام نے اعلان کیا ہے کہ وہ غزہ کی تعمیر نو کے جامع پروگرام پر کام کر رہے ہیں۔ اس پروگرام میں غزہ کی آبادی کو کہیں اور منتقل کرنے کا کوئی بھی منصوبہ شامل نہیں ہے۔

اردن کے شاہ عبداللہ دوم نے ٹرمپ کے منصوبے کو مسترد کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ غزہ کی تعمیر نو کے سوا کوئی اور راستہ نہیں ہے۔

غزہ کی تعمیرِ نو کی قیمت

جائزہ: ابوالعین

عرب ممالک کے اسرائیل سے سفارتی تعلقات

جدید سیاسی اور سفارتی معرکہ آرائی کا یہ انمول واقعہ ہے کہ سسر داماد سے ایسا واقعہ تشکیل پایا جس نے جگ ہنسائی کا سامان وافر مقدار میں امریکہ اور اس کے عوام کو فراہم کیا۔ صدر ٹرمپ نے غزہ کے لیے امریکی پلان کا صہیونی وزیراعظم نیتن یاہو کے ساتھ نیوز کانفرنس میں اعلان کیا۔ اس کا مشورہ صدر ٹرمپ کی بیٹی آئیوانکا اور ان کے شوہر جیریڈ کشنر نے ایک رات قبل ان کو دیا۔ ٹائمز آف اسرائیل نے 5 فروری 2025 کی رپورٹ جیکب ماجد نے پیش کی۔ انہوں نے پام بیچ کنونشن سنٹر میں الیکشن نائٹ مین شرکت کی۔ وائٹ ہاؤس کے سابق ایڈوائزر ڈونلڈ ٹرمپ کے داماد ہیں، انہوں نے اپنی اہلیہ کے ساتھ مشورہ دیا تھا۔

ٹرمپ کو کہا گیا کہ امریکہ غزہ کا مکمل کنٹرول سنبھال لے۔ یہاں سے فلسطینیوں کا مکمل خاتمہ کر دیا جائے۔ یہ بہت ہی قیمتی سرزمین ہے۔ یہاں مشرق وسطیٰ کا ریویریا (Riveria) بنا دیا جائے۔ یہ جگہ ساحل سمندر پر واقع ہے۔ یہ بات اہم ہے کہ نیتن یاہو اس مشورے میں شامل نہ تھے۔ انہیں یہ علم تھا کہ ایسا ہونا ممکن نہیں ہے۔ کشنر نے گزشتہ سال اپنی ایک تقریر میں پہلی بار اس خیال کا اظہار کیا تھا۔ ان کے خیال میں ساحل سمندر کے عین سامنے ہونے کی وجہ سے اس جگہ کی بہت ہی قیمتی حیثیت ہے۔ اگر یہاں نئ آبادی تعمیر کر لی جائے اور زندگی کی جملہ سہولیات فراہم کر دی جائیں تو فلسطین سے جان بھی چھوٹ جائے گی اور فلسطینیوں کا مکمل ''بندوبست'' بھی ہو جائے گا۔ کشنر نے اپنی تقریر میں کہا تھا: ''بدقسمتی سے یہاں بہت خراب صورت حال ہے لیکن میں اسرائیل کے نقطۂ نظر سے دیکھتا ہوں۔ میں اپنی پوری کوشش کروں گا کہ یہاں سے ہر فلسطینی کو نکال کر یہ جگہ مکمل صاف کر دی جائے۔ لیکن مجھے اندازہ نہیں ہے کہ اسرائیل یہ چاہتا ہے یا نہیں کہ یہ لوگ یہاں واپس آ جائیں۔''

اس منصوبے کے اعلان کے بعد ردعمل کا سلسلہ شروع ہوا۔ سب سے حیران کن ردعمل یہی تھا کہ امریکہ کا کوئی صدر اپنی پوری حکومت کے بجائے بیٹی اور داماد کے مشورے پر ایسا منصوبہ سنجیدگی سے پیش کر سکتا ہے۔ غالباً وہ کسی بادشاہ کے کردار میں خود کو محسوس کرتا ہے، وہ جو چاہے گا، اسے سنجیدہ بھی لیا جائے گا۔

اس اعلان کے بعد امریکہ کا دورہ کرنے والے پہلے حکمران ایک بادشاہ تھے۔ جی ہاں! اردن کے شاہ عبداللہ

دوم ٹرمپ سے ملے۔ ان کی واپسی پر کہا گیا کہ عوام نے ان کا استقبال کیا کہ انہوں نے سب سے پہلے اس منصوبے کی مخالفت ٹرمپ سے ملاقات میں کی۔ مصر کے حکمران صدر فتح السیسی کا ردعمل سامنے آیا کہ جب تک صدر امریکہ کے ایجنڈے میں یہ منصوبہ شامل ہے، وہ ٹرمپ سے ملنے امریکہ نہیں جائیں گے۔

ٹرمپ نے ایک اعلان اور بھی کیا تھا کہ حماس نے 15 فروری 2025ء تک تمام اسرائیلی یرغمالی رہا نہ کیے تو پھر قیامت ٹوٹنے کا انتظار کریں۔ انہوں نے ایک دن پہلے کہا: ''میں نہیں جانتا کہ کل (ہفتہ) کو 12 بجے دوپہر کے بعد کیا ہونے والا ہے۔ اگر یہ میرا معاملہ رہا تو میں نہایت سخت مؤقف اختیار کروں گا۔ لیکن یہ نہیں بتا سکتا کہ پھر اسرائیل کیا کرے گا؟''

جنگ بندی ٹرمپ کے حلف اٹھانے سے قبل ہو چکی تھی۔ اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل نے اپنے اعلان کیا کہا تھا کہ اسرائیل نے جن فلسطینی قیدیوں اور حماس نے اسرائیلی یرغمالیوں کو رہا کیا، ان کے چہروں سے خراب صورت حال کا پتہ چلتا ہے۔''

صدر ٹرمپ کے غزہ پلان پر امریکی سینیٹرز نے رچرڈ بلیو منتھال کی سرکردگی میں اسرائیل میں پریس کانفرنس کی اور کہا کہ یہ منصوبہ ایک نان سٹارٹر ہے۔ گویا یہ شروع ہی نہیں ہو سکتا۔ بلیو منتھال کے ساتھ پریس کانفرنس کرنے والے سینیٹرز میں لنڈسے گراہم، شیڈن وائٹ ہاؤس، جانی ارنسٹ، ایڈم شیف اور اینڈی کیم شامل تھے۔

بلیو منتھال نے کہا کہ میں اس معاملے بہت ''کنڈ'' ہوں۔ یہ منصوبہ نان سٹارٹر ہے۔ یہ محض خرابی ہے اور کچھ نہیں۔'' اگر کسی جدگہ پر کنٹرول میں ٹوج کا کوئی کردار ہے یا امریکی ٹیکس کی رقم شامل ہوگی تو یہ کوئی منصوبہ ہی نہیں ہے۔

بلو منتھال نے اسے خوش آئند قرار دیا کہ عرب ریاستیں اس کے لیے متبادل پروگرام دینے کا پروگرام اعلان کرنے والی ہیں۔ عرب ریاستوں کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ ان کے پروگرام کو ٹرمپ پلان کا نام دیا جائے گا۔

اسرائیل کے وزیر اعظم نیتن یاہو نے بھی بال عرب ریاستوں کی کورٹ میں ڈال دی ہے۔ ایک طرف انہوں نے کہا کہ وہ غزہ بارے میں ٹرمپ پلان کو درست سمت میں قدم قرار دیتے ہیں۔ وہ ہر ایک فلسطینی کو غزہ سے نکالنے کے منصوبہ کو لازمی قرار دیتے ہیں۔ اسرائیل نے سعودی عرب کے کردار کی تعریف کی۔ ٹرمپ کا نمائندہ سعودی

عرب میں موجود ہے۔ امریکہ اور سعودیہ کے درمیان ابراہام معاہدوں پر بھی بات جاری ہے۔ اس میں پیش رفت سے اسرائیل اور سعودی عرب کے نارمل تعلقات کا آغاز ہو جائے گا۔ امریکہ اسی پس منظر میں سعودی کردار کی حمایت کر رہا ہے۔ امریکہ ٹرمپ پلان پر دنیا سے ملنے والے منفی ردعمل کے باوجود اس پر گامزن ہے۔

امریکہ کے سیکرٹری آف سٹیٹ مارکو روبیو نے 10 فروری کو مصری وزیر خارجہ بدر عبدالعاطی سے بھی ملاقات کی۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ چاہتا ہے کہ غزہ پلان پر عرب ممالک اپنی تجاویز دیں۔ انہوں نے اسی بیان میں یہ بھی کہہ دیا کہ امریکہ کو یہ شکایت ہے کہ یہ ممالک فلسطینیوں کے حالات سدھارنے کے لیے کام کرنا نہیں چاہتے۔ عرب ممالک کوئی ٹھوس فیصلے لینے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں۔ مارکو روبیو نے سعودی حکومت سے توقع کا اظہار کیا۔ امریکہ کو امید ہے کہ آنے والے دنوں میں سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کے اسرائیل سے تعلقات نارمل سطح پر آ جائیں گے۔ ان کے درمیان نارمن تعلقات کا مطلب یہ ہے کہ یہ ممالک سفارتی سطح پر ایک دوسرے کو تسلیم کرلیں گے۔ ایسی صورت میں فلسطین کا معاملہ مزید مشکلات سے دوچار ہو جائے گا۔

مارکو روبیو نے قدامت پسند ریڈیو میزبان کلے ٹریویس اور بک سیکسٹن سے گفتگو میں کہا کہ اب صرف ایک پلان پر بات ہو رہی ہے۔۔ وہ اسے پسند کریں یا نہ کریں۔۔ لیکن اگر کوئی پلان ہے تو وہ ٹرمپ پلان ہے۔ چناں چہ ان کے پاس کوئی متبادل پروگرام ہے تو اس کا وقت یہی ہے۔ یہ ممالک خود بتا رہے ہیں کہ ان کو غزہ کی کس قدر فکر ہے۔ روبیو نے زور دے کر کہا کہ ان سب کی تاریخ یہی ہے کہ انہوں نے غزہ کے۔ لیے بھی کچھ نہیں کیا ہے۔

سفارتی حلقوں کا کہنا ہے کہ مصر یہ کوشش کر رہا ہے کہ صدر ٹرمپ کے پلان کا متبادل پیش کیا جائے۔ یہ چند ہفتوں میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس پروگرام میں غزہ کے لیے ایک سیکیورٹی فورس کی تشکیل بھی شامل ہے۔ ایک دوسرا پروگرام یہ بھی ہے کہ حماس کے مقابلے پر ایک سیاسی قوت سامنے لائی جائے۔ روبیو کا کہنا ہے کہ انہیں یقین ہے کہ عرب ممالک پورے خلوص سے ان خطوط پر کام کر رہے ہیں۔

کیا عرب ممالک ٹرمپ کے غزہ منصوبے کا متبادل پیش کر پائیں گے؟

نقطۂ نظر: عباس ناصر

چند عرب ممالک بالخصوص سعودی عرب نے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے منصوبے کی شدید مخالفت اور مزاحمت کی ہے جس کے تحت 20 لاکھ فلسطینیوں کو ان کی زمین سے جبری بے دخل کرنا اور 'صفائی کر کے غزہ کو مشرقِ وسطیٰ کا سیاحتی مقام' بنانا مقصود ہے، مگر مخالفت کے باوجود یہ ہفتہ ہمیں بتائے گا کہ یہ عرب ممالک واقعی کوئی حقیقی اقدامات لیں گے یا ان کے بیانات محض لفاظی ثابت ہوں گے۔

27 فروری کو مصر کے دارالحکومت قاہرہ میں متوقع عرب سربراہی اجلاس سے قبل رواں ہفتے جمعرات کو میزبان سعودی عرب کی قیادت میں قطر، مصر، اردن اور متحدہ عرب امارات، 'عرب منصوبے' پر بات چیت کریں گے جس کا مقصد فلسطینیوں کو ان کی زمین سے بے دخل کیے بغیر غزہ میں بحالیٔ امن اور اس کی تعمیرِ نو ہوگا۔

متحدہ عرب امارات کے امریکا میں تعینات سفیر یوسف العتیبہ نے گزشتہ ہفتے بدھ کو دبئی میں بیان دیا کہ وہ ٹرمپ کے منصوبے کا 'کوئی متبادل نہیں' دیکھتے ہیں۔ ان کے اس بیان نے عرب دنیا کے مؤقف کے حوالے سے شکوک و شبہات کو جنم دیا ہے۔ ان شکوک و شبہات کو اس حقیقت نے تقویت دی ہے کہ متحدہ عرب امارات جو اسلامی تعاون تنظیم کے اہم عرب اراکین میں شامل ہے، ابراہم معاہدے کے بعد سے اسرائیل کا اہم شراکت دار بن کر سامنے آیا ہے۔ اس کے علاوہ متحدہ عرب امارات ایسا ملک ہے جہاں اسرائیلی فوج (آئی ڈی ایف) کے سپاہی آرام کی غرض سے جاتے ہیں کیونکہ یہاں انہیں اپنے جرائم پر قانونی چارہ جوئی کا خوف نہیں ہوتا۔

وہ حلقے جو عرب اور دیگر مسلم ممالک کے حقیقی مؤقف کے حوالے سے ابہام کا شکار ہیں، وہ اپنے خدشات کی متعدد وجوہات بتاتے ہیں۔ سب سے پہلے تو اسرائیل کی غزہ میں قتل و غارت کے خلاف سخت بیانات دینے کے باوجود بہت سے مسلم ممالک نے اسرائیل کے ساتھ اپنے کاروباری تعلق کو برقرار رکھا۔

ایک جانب جہاں اسرائیل نے غزہ میں وحشیانہ لاک ڈاؤن لگایا اور محصور فلسطینیوں تک انتہائی محدود امداد کی فراہمی کی اجازت دی، وہیں اسرائیلی دعووں کے مطابق متحدہ عرب امارات، سعودی عرب اور اردن نے خلیجی بندرگاہوں سے اسرائیل کو زمینی سپلائی کے راستوں پر کسی قسم کی کوئی پابندیاں عائد نہیں کیں۔ تاہم اردن اسرائیلی دعوے کو مسترد کرتا ہے۔

ترکیہ نے بھی غزہ منصوبے پر سخت تنقید کی ہے لیکن اس حقیقت کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا ہے کہ آذربائیجان سے

جارجیا اور ترک بندرگاہ جیہان سے باکو-تبلیسی-جیہان پائپ لائن کے ذریعے اسرائیل تک تیل کی ترسیل کا سلسلہ جاری رہا جو اسرائیل کی 30 فیصد تیل کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ اس ترسیل کا اسرائیل کی جارحانہ فوجی مہم کے دوران اہم کردار رہا۔

رجب طیب اردوان کی حکومت نے شام میں اپنی پراکسی 'حیات التحریر' کی الاسد حکومت کا تخت الٹنے میں بھی سہولت کاری کی جس نے اسرائیل کو گولان ہائٹس کی اضافی زمین پر قبضہ کرنے کا موقع فراہم کیا جس میں اہم کوہِ حرمون بھی شامل ہے جہاں سے اسرائیل، حزب اللہ کا گڑھ سمجھے جانے والے جنوبی لبنان اور وادی بیکا جبکہ اس کے شمال مشرق میں دمشق کی بھی نگرانی کرسکتا ہے۔ مذکورہ مثالوں کے باوجود، یہ سچ ہے کہ سعودی عرب (جو تقریباً تمام عرب اور خلیجی ممالک کی طرح اخوان المسلمین اور حماس جیسی اسلامی انتہا پسند تنظیموں کو جمود اور ان کے راج کو خطرے کے طور پر دیکھتا ہے) نے ابراہم معاہدے میں شمولیت سے قبل مسلسل اسرائیل کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کے لیے دو ریاستی حل پر عمل درآمد پر زور دیا ہے۔

اس کے علاوہ غزہ جنگ کے بعد سے ترکیہ کی اسرائیل کو سالانہ 7 ارب ڈالرز کی تجارت، اس کے نصف سے بھی کم ہوچکی ہے۔ ترک تجارتی اور صنعتی ذرائع کا کہنا ہے کہ اسرائیل کے ساتھ بقیہ تجارت حکومت کی جانب سے نہیں کی جارہی کیونکہ حکومت تمام معاہدوں پر پابندی لگا چکی ہے بلکہ یہ تجارت ترکیہ میں غیر ملکی کمپنیوں اور نسل پرست ریاست کے درمیان باہمی معاہدوں کی وجہ سے ہورہی ہے۔

اگرچہ ان حقائق پر غور کرنا ضروری ہے مگر یہ بھی اہم ہے کہ ہم ان مضبوط وجوہات کا بھی جائزہ لیں جن کی بنیاد پر عرب ریاستیں فلسطینیوں کی جبری بے دخلی کی مخالفت کررہی ہیں۔

مصر نے دو وجوہات کی بنا پر فلسطینیوں کو ان کی سرزمین سے بے دخل کرنے کی سخت مخالفت کی ہے۔ پہلے تو اس اقدام سے ان اسلامی انتہا پسند گروہوں کی پوزیشن مضبوط ہوسکتی ہے جن کے خلاف مصر کی موجودہ اور پیشرو حکومتوں نے مزاحمت کی ہے۔ نقل مکانی کرکے آنے والے فلسطینیوں میں حماس کے جنگجو بھی شامل ہوسکتے ہیں جو شاید اخوان المسلمین کے اقتدار میں اضافے کا باعث بن سکتا ہے جنہیں صدر عبدالفتاح السیسی کی حکومت نے سخت کارروائیوں سے پسپا کیا ہے۔

مصر کو یہ خوف بھی لاحق ہے کہ مستقبل میں اگر فلسطینی مزاحمت کاروں نے قابض علاقوں میں پُرتشدد کارروائیاں کیں تو اس عمل سے اسرائیل کی جوابی کارروائیوں کی زد میں مصر بھی آسکتا ہے جس سے نیا تنازع کھڑا ہوسکتا ہے۔ ایسا کوئی بھی امر ڈیوس معاہدے کی خلاف ورزی ہوسکتا ہے جو 1978ء میں امریکا کی ثالثی میں مصر اور اسرائیل کے درمیان طے پایا تھا۔

اس حوالے سے اردن کی پوزیشن زیادہ نازک ہے جس کی ایک کروڑ 10 لاکھ کی مجموعی آبادی کا 35 فیصد فلسطینیوں

پر مشتمل ہے۔ ان کی بڑی تعداد غزہ میں نسل کشی، مغربی کنارے پر آبادکاری اور فلسطینی اتھارٹی کے زیرِ کنٹرول علاقوں میں اسرائیلی دراندازی کو لے کر سخت برہم ہے۔ فلسطینی پناہ گزینوں کی ایک اور بڑی جماعت ایک ایسے ملک میں بدامنی کو جنم دے سکتی ہے جو پہلے ہی سیاسی عدم استحکام کا شکار ہے۔

سعودی حکومت، میڈیا، عوامی شخصیات اور ماہرین کی جانب سے ملکی اور غیر ملکی میڈیا کو دیے جانے والے بیانات حوصلہ افزا ہیں۔ ان کا ایک ہی پیغام ہے، اسرائیل کے ساتھ کسی بھی طرح کے تعلقات کے قیام سے قبل دو ریاستی حل پر عمل درآمد شرط ہے۔ کنگ سعود یونیورسٹی سے وابستہ سعودی ماہرِ تعلیم مطلق المطیری نے کہا ہے کہ سعودی عرب، عرب منصوبے کی حمایت کرے گا پھر چاہے اس کے لیے سعودی عرب کو مصر اور اردن کو وہ امداد کی تلافی کیوں نہ کرنی پڑے جسے غزہ منصوبہ منظور نہ کرنے پر ٹرمپ نے منقطع کرنے کی دھمکی دی ہے۔

امریکی صدر مذاکرات شروع کرنے اور ڈیل کرنے کے لیے سخت اور مطلق العنان مؤقف اختیار کرنے کے لیے جانے جاتے ہیں۔ وہ انتہائی غیر متوقع شخصیت کے مالک ہیں۔ تاہم ایک چیز جو یقینی ہے وہ یہ ہے کہ فلسطینی اپنی آزادی اور اپنی زمین کی بقا کی جنگ جاری رکھیں گے جیسا کہ ہم نے گھروں کے ملبے جن کے نیچے ان کے پیارے مدفون ہیں، پر بیٹھے فلسطینیوں سے سنا کہ وہ اپنی زمین سے دستبردار نہیں ہوں گے۔

مصر کے خبر رساں ادارے ڈیلی نیوز کے مطابق مصری رئیل اسٹیٹ ٹائیکون ہشام طلعت مصطفیٰ نے ٹرمپ کے منصوبے کے متبادل کے طور پر تعمیرِ نو کے لیے 27 ارب ڈالرز کے منصوبے کی تجویز دی ہے۔ انہوں نے امریکی صدر کے منصوبے کو 'منطق سے عاری اور ناقابلِ عمل' قرار دیا۔ اس کے بجائے ہشام طلعت کی تجویز کے مطابق فلسطینیوں کی نقل مکانی کے بغیر غزہ کی تعمیرِ نو کی جائے گی۔

ایم بی سی ٹی وی سے گفتگو کرتے ہوئے ہشام طلعت مصطفیٰ نے تین سال کے عرصے میں غزہ میں 2 لاکھ گھروں کی تعمیر مکمل کرنے کا وژن پیش کیا۔ انہوں نے 40 سے 50 تعمیراتی کمپنیوں کے وسائل کو استعمال کرنے اور 13 لاکھ رہائشیوں کو چھت فراہم کرنے کے لیے 20 ارب ڈالرز مختص کرنے کی تجویز دی۔ ان کے مطابق مزید 4 ارب ڈالرز انفرااسٹرکچر اور 3 ارب ڈالرز تعلیمی، صحت عامہ کی سہولیات اور تجارتی خدمات میں لگائے جائیں گے۔

کیا ہشام طلعت کا منصوبہ اس نئے مصری منصوبے کا حصہ ہے جس کا مصری اہلکار ذکر کرتے آرہے ہیں؟ اور کیا عرب رہنما 1919ء میں مصر کی قوم پرست تحریک کے رہنما سعد زغلول کو غلط ثابت کریں گے جنہوں نے 'صفر جمع صفر کیا ہوتا ہے؟' کا طنزیہ سوال کرکے عرب اتحاد کے تصور کا مذاق اڑایا تھا۔

GAZA
GAZA
unrwa
MikailCiftci63
Gunun_Cizgisi
RehberOnline

زرد صحافت کے بدنما چہرے پر تاریخی تھپڑ

- وہ اِک بوسہ جس نے اربوں ڈالرز کا صہیونی پروپیگنڈا لمحے میں زمیں بوس تباہ کردیا ہے۔
- وہ اِک بوسہ جس نے منظر غیر ملکی سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر ہلچل مچادی ہے۔
- وہ اِک بوسہ جس نے زرد صحافت کے بدنما چہرے پر تاریخی تھپڑ رسید کیا ہے۔

نیوزی لینڈ سے امریکا تک سوشل میڈیا صارفین اس تصویر اور ویڈیو کو شیئر کر رہے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ اچھا، یہ ہیں وہ دہشت گرد، جن کے ساتھ 500 دن گزارنے والا قیدی رخصتی کے وقت ان کا ماتھا چوم رہا ہے!!